ابنِ صفی

جاسوسی دنیا

26- دوہرا قتل

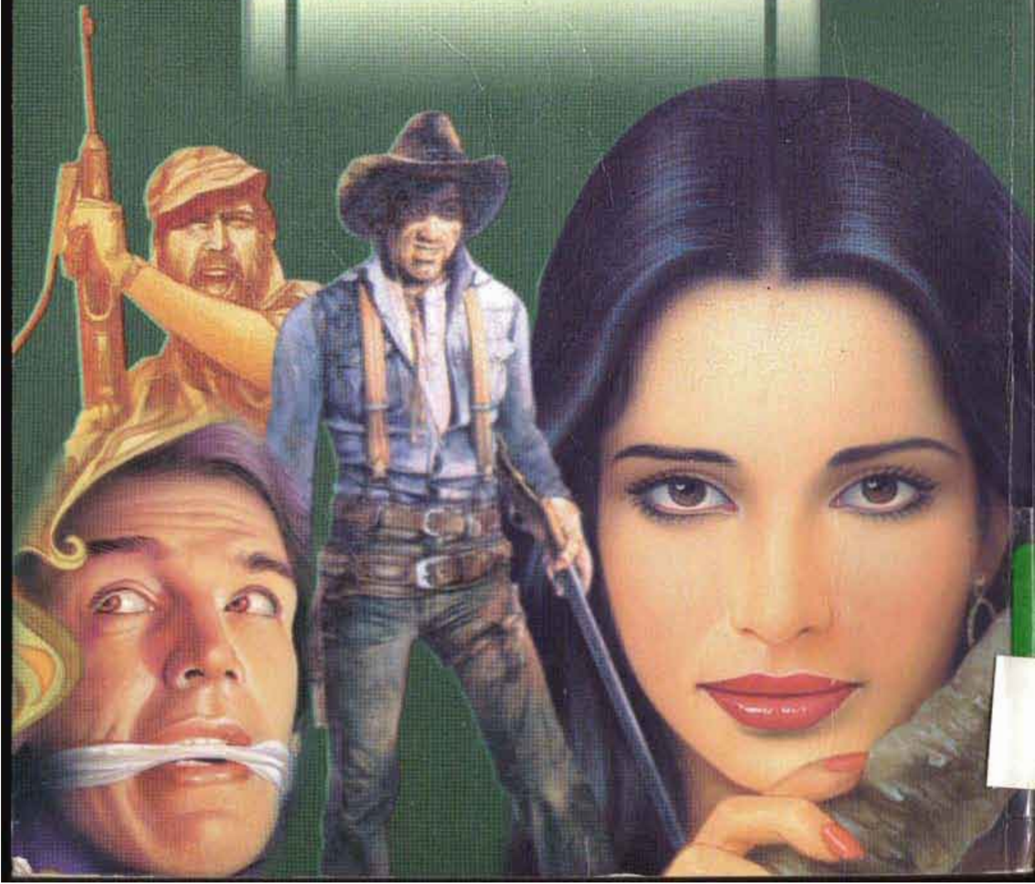

ہمزاد

جھن جھناک......

نوکر کے ہاتھ سے تلوار نکل کر دور جا گری اور وہ احمقوں کی طرح منہ کھولے اور دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے کھڑا رہا۔

''چلو اٹھاؤ......پھسڈی۔'' حمید اپنی تلوار کو خلاء میں گردش دیتا ہوا للکارا۔

''بیٹا یہ سپہ گری ہے......ہنسی کھیل نہیں۔''

''اب میں ہاتھ جوڑتا ہوں صاحب۔'' نوکر گڑگڑا کر بولا۔

''ابے تم پٹھان ہو۔''

''باپ دادا رہے ہوں گے؟ میں تو......!''

''چلو کچھ نہیں......اٹھاؤ تلوار......شاباش......بس دو دو ہاتھ اور......!''

''اور جو ایکی لگ ہی گئی؟''

''اچھا اچھا......میں احتیاط کروں گا۔''

نوکر نے طوعاً و کرہاً پھر تلوار اٹھائی اور الٹے سیدھے ہاتھ مارنے لگا۔ حمید کو صبح سے اختلاج ہو رہا تھا۔ کئی بار کسی نئے مشغلے کی دریافت کے سلسلے میں ذہن کو جھٹکے دیئے، لیکن کچھ نہ سوجھا۔ اتوار کا دن تھا۔ فریدی بھی گھر پر موجود نہیں تھا کہ اُسی سے تھوڑی دیر بکواس کر کے دل بہلاتا۔ اُس نے اپنے اس اختلاج کے لئے بھی اتوار ہی کا دن مقرر کر رکھا تھا۔ عموماً سنیچر کی شام ہی سے

تفریحات میں مشغول ہو جاتا اور یہ سلسلہ کافی رات گئے تک جاری رہتا پھر سوتے سوتے تین بج جاتے اور اتوار کی صبح کو وہ معدے میں ہلکی سی گرانی لے کر بیدار ہوتا۔ معدے کے انجرات دل و دماغ سے ٹکراتے اور اختلاج شروع ہو جاتا۔ آج بھی یہی ہوا تھا۔ بڑی دیر تک اس کا اُکھڑا ہوا ذہن اُسے خیالی قلابازیاں کھلاتا رہا۔ آخر کار اس نے یہ فیصلہ کیا کہ کسی نوکر کو پکڑ کر تھوڑی دیر تک شمشیر زنی ہی کی جائے۔ فریدی کی موجودگی میں وہ شاید اس کا خیال بھی دل میں نہ لاتا۔

نوکر بیچارہ بُری طرح خائف تھا۔ کئی بار تو اس کی چیخیں نکل گئی تھیں۔

ہر لحظہ اُسے ایسا ہی محسوس ہوتا تھا جیسے تلوار اب لگی اور تب لگی۔

''پوری قوت سے حملہ کرو۔'' وہ ہانپ رہا تھا۔

''اگر تمہارا ہاتھ رکا تو......گردن صاف۔''

''ارے باپ رے۔'' وہ لرزتی ہوئی آواز میں چیخ کر پیچھے ہٹا۔

''دشمن سمجھ کر حملہ کرو۔'' حمید نے کہا۔

نوکر شروع ہی سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا، لیکن جان بچتی نظر نہیں آتی تھی۔ اس حملے پر اس نے جھلا کر تلوار ماری اور حمید نے قہقہہ لگایا۔

''شاباش......!''

وہ پے در پے وار کرتا رہا۔ ظاہر ہے کہ اناڑی ہی تھا اس لئے جلد ہی ہانپنے لگا۔ وہ سمجھا تھا کہ شاید اسی طرح پیچھا چھوٹ جائے گا، لیکن تھکن کے علاوہ اور کچھ ہاتھ نہ لگا۔ آخر وہ تلوار پھینک کر برآمدے کی طرف بھاگ نکلا۔ تقریباً سارے ہی نوکر یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے قہقہے بلند کئے۔

''چل بے نصیر......!'' حمید نے ایک دوسرے نوکر سے کہا۔

''بخشئے سرکار......!''

''چل بے۔'' حمید حلق پھاڑ کر چیخا۔

پھر حمید اُسے گردن پکڑ کر لان پر کھینچ لایا۔

''ارے میں مرا......!'' وہ گھٹی ہوئی آواز میں چلایا۔

''شوپ راؤ......!''

مرتا کیا نہ کرتا...... اُسے بھی تلوار اٹھانی ہی پڑی، لیکن وہ اُسے اتنی احتیاط سے ہلا رہا تھا جیسے شیشے کی ہو۔ حمید نے جھپٹ کر تلوار ماری اور بوڑھا نصیرا ہائے کر کے چاروں خانے چت گر پڑا۔

اتنے میں ایک کار کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ حمید سمجھا شائد فریدی آ گیا۔ وہ نصیرا کی طرف دھیان دیئے بغیر مڑا...... کار فریدی کی نہیں تھی۔

ایک وجیہہ اور کافی تندرست جوان آدمی کار سے اتر رہا تھا۔ صورت حمید کے لئے بالکل نئی تھی۔ حمید نے تلوار کی نوک زمین پر ٹیک دی۔ دوسرا لمحہ یقیناً چونکا دینے والا تھا نہ صرف حمید بلکہ سارے نوکر حیرت زدہ رہ گئے۔ ایک ہی شکل وصورت کے دو آدمی اُن کے سامنے کھڑے تھے۔ ان کا لباس بھی یکساں تھا۔ قد میں بھی کوئی واضح فرق نہ نظر آیا۔ پھر وہ دونوں ان کی طرف بڑھے۔ دونوں کے پیر برابر سے اٹھ رہے تھے۔ ان کی چال میں بھی اختلاف نہیں تھا۔

''آداب عرض......!'' دونوں نے ایک ساتھ کہا۔ ''آواز میں فرق رہا بھی ہو تو ایسے موقعے پر اس طرف دھیان دینے کا کسے ہوش رہتا ہے۔''

''فرمایئے......!'' حمید بوکھلا کر بولا۔

''انسپکٹر فریدی صاحب سے ملنا ہے۔'' دونوں نے بیک وقت کہا۔

''وہ اس وقت موجود نہیں۔''

''یہ تو بہت بُرا ہوا۔'' اس بار بھی وہ ایک ساتھ ہی بولے۔

حمید ایک لحظہ انہیں گھورتا رہا پھر بولا۔

''آپ لوگ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔''

''میڈ غاسکر سے۔'' دونوں نے ایک ساتھ کہا۔

''اسم شریف......!''

''صغیر شاہد......!'' دونوں نے کہا۔

''اور آپ کا......!'' حمید دوسرے سے مخاطب ہوا۔

''صغیر شاہد......!'' دونوں نے دہرایا۔

''یعنی آپ دونوں کا......!'' حمید نے حیرت سے کہا۔

''دو......!'' دونوں متحیر ہو کر بولے۔ ''دو کون! میں تنہا ہوں! نہ جانے یہاں کے لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ اگر فریدی صاحب نے بھی دو ہی کہا تب تو مصیبت آ جائے گی۔''

''یعنی......!'' حمید چونک پڑا۔

''یعنی یہ کہ یہاں سب کے دماغوں میں فتور معلوم ہوتا ہے۔'' دونوں نے کہا۔ ''ایک کے دو دکھائی دیتے ہیں۔ میں خان بہادر ظہیر شاہد کا چھوٹا بھائی ہوں۔ میڈ غاسکر میں میری تجارت ہے۔ کچھ دنوں کے لئے یہاں آیا ہوں...... آیا نہیں بلکہ شامت لائی ہے۔''

حمید سناٹے میں آ گیا...... اس نے پلٹ کر نوکروں کی طرف دیکھا، جو ایک ایک کر کے وہاں سے کھسکتے جا رہے تھے۔

''فریدی صاحب سے آپ کیوں ملنا چاہتے ہیں۔'' اس نے پوچھا۔

''سی آئی ڈی والوں نے تنگ کر رکھا ہے۔'' دونوں نے کہا۔

''کیوں......؟'' حمید نے سوچے سمجھے بغیر سوال کیا۔

''انہیں بھی میں دو ہی نظر آتا ہوں۔'' دونوں بولے۔

''تو فریدی صاحب کیا کر سکیں گے۔''

''وہ میرے بھائی صاحب خان بہادر ظہیر شاہد کے دوست ہیں۔ شاید کچھ کر سکیں۔''

''کیا آپ میں سے ایک نہیں بول سکتا۔'' حمید نے کہا۔

''کیا لغویت ہے......!'' دونوں چیخے۔

حمید چند لمحے انہیں گھورتا رہا پھر بولا۔

''میں فریدی صاحب کا اسسٹنٹ ہوں۔''

''بڑی خوشی ہوئی۔'' دونوں نے اپنے ہاتھ مصافحہ کے لئے بڑھا دیئے۔ حمید کا ہاتھ بھی ایک کی طرف بڑھا لیکن اس کے ہاتھ میں اُن دونوں کے ہاتھ بیک وقت آ گئے۔ وہ دونوں قطعی ایک ہی تھے۔

''لیکن بیکار...... قطعی بیکار......!'' انہوں نے مایوسی سے کہا۔ ''آپ کو بھی ایک کے دو

دکھائی دیتے ہیں۔''

حمید متحیر ضرور تھا لیکن اس پر جھنجھلا گیا۔

''کیا آپ کو دوسرا نہیں دکھائی دیتا۔'' اس نے ایک سے کہا۔

''کہاں؟'' وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر بولے۔ دیر تک دیکھتے رہے پھر انہوں نے مایوسی سے اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا۔ ''کس مصیبت میں پھنس گیا۔ لعنت ہے اس سرزمین پر...... میں جلد سے جلد واپس چلا جاؤں گا۔''

حمید نے ایک بار پھر آنکھیں پھاڑ کر ان کی طرف دیکھا اور اپنا سر اس انداز میں سہلانے لگا جیسے دفعتاً دماغ میں گرمی چڑھ گئی ہو۔

''آپ مڈغاسکر سے ایک ہی پاسپورٹ پر آئے ہیں۔'' اس نے گھبرا کر پوچھا۔

''اور نہیں تو کیا دس پر آتا......!'' وہ جھنجھلا کر بولا۔

''پاسپورٹ موجود ہے۔'' حمید نے پوچھا۔

''جی ہاں......!'' دونوں اپنے کوٹوں کی اندرونی جیبوں میں ہاتھ ڈالتے ہوئے بولے۔ انہوں نے پاسپورٹ نکالے اور حمید کی طرف بڑھا دیئے۔

حمید انہیں دیکھنے لگا۔ دونوں ایک ہی آدمی کے پاسپورٹ تھے۔ دونوں پر ایک ہی نام درج تھا۔ ولدیت بھی ایک ہی تھی۔ روانگی تاریخ اور مقام بھی ایک ہی تھے۔ اُس نے دونوں پاسپورٹوں کو اپنی جیب میں ڈال لیا۔

''تو آپ......!'' وہ بولا۔ ''خان بہادر ظہیر ہی کے یہاں مقیم ہیں۔''

''جی ہاں......!'' انہوں نے جواب دیا۔

''بہتر...... آپ تشریف لے جایئے۔ میں فریدی صاحب کو وہیں بھیج دوں گا۔''

''پاسپورٹ......!'' دونوں نے ہاتھ بڑھائے۔

''اوہ...... معاف کیجئے گا......!'' حمید نے ایک پاسپورٹ نکال کر ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ دونوں نے اپنے ہاتھ گرا لئے۔ ان میں سے ایک کی آنکھوں میں الجھن کے آثار آرہے تھے۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں دونوں ہنسنے لگے۔

''واہ جناب خوب مذاق ہے۔'' انہوں نے کہا۔ ''یہ تو آدھا ہے...... میں نے آپ کو پورا پاسپورٹ دیا تھا۔''

حمید اُسے بھی جیب میں ڈالتا ہوا بولا۔ ''آپ کو دھوکہ ہوا ہے...... مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے آپ سے پاسپورٹ لیا ہی نہیں تھا۔''

''ہائیں......!'' دونوں منہ کھول کر اُسے گھورنے لگے۔

''آپ تشریف لے جاسکتے ہیں۔''

''مذاق نہ کیجئے......'' انہوں نے سنجیدگی سے کہا۔ ''میں یہیں رک کر فریدی صاحب کا انتظار کروں گا۔''

''اچھا تو پھر اندر تشریف لے چلئے۔'' حمید کی رگ شرارت پھڑکنے لگی تھی۔ وہ انہیں ڈرائنگ روم میں لے آیا۔ دونوں ایک ہی صوفے پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے اپنی جیبوں سے سگریٹ نکالے۔ یہ بھی ایک ہی قسم کے تھے۔ دونوں نے ساتھ ہی سگریٹ سلگائے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ دونوں کسی مشین کے ذریعے حرکت کررہے ہیں۔ دونوں کی یکساں حرکتوں میں توقف کا شبہ بھی نہیں ہوسکتا تھا۔ حمید انہیں تحیر آمیز نظروں سے دیکھتا رہا۔ گھر کے سارے نوکر کھڑکیوں سے جھانک رہے تھے۔

''گھر والوں نے الگ ناطقہ بند کر رکھا ہے۔'' انہوں نے کہا۔ ''زندگی حرام ہوگئی...... یہاں آکر پچھتایا۔''

''پاسپورٹ سنبھالئے۔'' حمید نے ایک پاسپورٹ اُن کی طرف اچھال دیا جو اُن کے سامنے ہی جا کر گرا۔ لیکن انہوں نے اس کی طرف توجہ تک نہ دی۔

''مڈغاسکر میں آپ کا کب سے قیام ہے۔'' حمید نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔ وہ انہیں لے تو آیا تھا لیکن اب اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُن سے کیا گفتگو کرے۔

''دس سال سے...... آدھا بھی واپس کردیجئے۔'' انہوں نے کہا۔

''شادی ہوچکی ہے آپ کی۔'' حمید نے اُن کی بات نظرانداز کرکے پوچھا۔

''شادی......!'' دونوں نے ٹھنڈی سانس بھری۔ ''اسی لئے آیا تھا لیکن جس لڑکی سے رشتہ

طے تھا اُس نے بھی مجھے ایک تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔"

"آپ کی بھائی صاحب کیا کہتے ہیں۔"

"وہ بھی دو ہی کہتے ہیں۔"

"واقعی یہ بہت بڑا ظلم ہے۔" حمید نے منہ بنا کر کہا اور دوسرا پاسپورٹ بھی ان کی طرف پھینک دیا۔

"شکریہ۔" دونوں نے اپنے اپنے پاسپورٹ اٹھا کر جیبوں میں ڈال لئے۔ حمید تھوڑی دیر تک بیٹھا کچھ سوچتا رہا پھر اٹھتا ہوا بولا۔ "آپ تشریف رکھئے میں ایک منٹ میں حاضر ہوتا ہوں۔"

اندر آ کر اس نے سارے نوکروں کو اکٹھا کیا اور ان سے آہستہ آہستہ کچھ کہنے لگا۔ پھر وہ ڈرائنگ روم میں لوٹ آئے۔ دونوں ہم شکل ایک ہی انداز سے خاموش بیٹھے تھے۔

"نہیں آئے فریدی صاحب۔" انہوں نے پوچھا۔

"جی نہیں......!" حمید نے کہا۔ اس کے چہرے پر شرارت اور بے چینی کے ملے جلے آثار نظر آ رہے تھے۔

دفعتاً دونوں طرف کے دروازوں سے چار چار نوکر برآمد ہوئے اور اُن دونوں پر ٹوٹ پڑے۔ تھوڑی جدوجہد کے بعد وہ سست پڑ گئے۔ ایک ایک کو چار چار نے پکڑ رکھا تھا۔

"اس بدتمیزی کا مطلب۔" دونوں رک رک کر بولے۔

"ابھی بتاتا ہوں......!" حمید نے اٹھتے ہوئے کہا۔

پھر دونوں کو الگ الگ کمروں میں بند کر دیا گیا۔

"اب کیا خیال ہے۔" حمید نے ایک کمرے کے باہر سے پوچھا۔ "کیا نام ہے تمہارا۔"

"آدھا صغیر شاہد......!" اندر سے آواز آئی۔ "صغیر شاہد ایک بٹا دو۔"

دونوں کمرے ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر تھے اور یہ بات ناممکن تھی کہ ایک کی آواز دوسرے تک پہنچ سکے۔ حمید نے دوسرے کمرے کے پاس آ کر بھی وہی سوال دہرایا لیکن جواب من وعن تھا، جو پہلے آدمی سے ملا تھا۔

"اگر میں آدھے صغیر شاہد کو گولی مار دوں تو۔" حمید نے پوچھا۔

"دوسرا آدھا خود بخود مر جائے گا۔" جواب ملا۔

حمید دوسرے کمرے کی طرف بڑھا لیکن ابھی وہ درمیان ہی میں تھا کہ اس نے دو چیخیں سنیں۔ یہ دونوں انہیں کمروں سے بلند ہوئی تھیں۔ حمید نے جھپٹ کر دروازہ کھولا۔ ایک صغیر شاہد کمرے کے فرش پر چاروں خانے چت پڑا تھا۔ اُس کے دانت بیٹھ گئے تھے اور غشی کی ساری علامات موجود تھیں۔ پھر وہ بھاگ کر دوسرے کمرے کی طرف آیا۔ یہاں بھی وہی حال تھا۔ دونوں اپنی اپنی جگہوں پر بیہوش پڑے تھے۔ حمید نے انہیں اٹھوا کر پھر یکجا کر دیا۔ اور وہ اس طرح ہوش میں آ گئے جیسے بجلی کا کرنٹ لگتے ہی کوئی مشین چل پڑے۔

وہ چند لمحے سراسیمگی کے ساتھ ادھر اُدھر دیکھتے رہے پھر اس طرح اٹھ کر بیٹھ گئے جیسے انہیں کچھ دیر قبل کی کوئی بات یاد نہ ہو۔

"کیا آپ تھوڑا پانی پلوا سکیں گے۔" انہوں نے حمید سے کہا۔

"ضرور......!" حمید خود ہی اٹھ کر پانی لینے چلا گیا۔ واپسی پر اس کے ہاتھ میں صرف ایک گلاس تھا۔ اس نے وہی اُن دونوں کی طرف بڑھا دیا۔ دونوں نے ایک ساتھ گلاس پر ہاتھ ڈالے۔ حمید بے ساختہ ہنس پڑا۔ دونوں ایک ساتھ پانی پینے کی کوشش کر رہے تھے اور ان کے چہروں پر اس وقت بھی بلا کی سنجیدگی تھی۔ بالآخر دونوں نے اپنے منہ گلاس سے لگا دیئے اور سارا پانی ان پر الٹ گیا۔ پھر خالی گلاس حمید کی طرف بڑھاتے ہوئے رومالوں سے اپنے منہ پونچھے۔ کپڑوں پر گرے ہوئے پانی کی طرف انہوں نے دھیان ہی نہیں دیا۔ حالانکہ شاید گریبانوں سے گذر کر پانی اُن کے سینوں تک پہنچ گیا تھا۔

"آٹھ اور آٹھ کتنے ہوتے ہیں۔" حمید نے بوکھلا کر پوچھا۔ اُسے کچھ کچھ یقین ہو چلا تھا کہ وہ دونوں پاگل بھی ہیں۔

"آٹھ اور آٹھ ہوتے ہیں۔" انہوں نے جواب دیا۔

"میرا مطلب ہے کہ آٹھ اور آٹھ کی جمع کتنی ہوگی۔" حمید جلدی سے بولا۔

"اٹھاسی۔" انہوں نے کہا۔

"اگر میں آپ دونوں کے سر ٹکرا دوں تو کیا باقی بچے گا۔"

''بہت ہو چکا۔'' دونوں غصہ سے گھونسہ تان کر کھڑے ہو گئے۔ ''اگر آپ نے اب ''دونوں'' کہا تو اچھا نہ ہوگا۔''

''بیٹھیے بیٹھیے۔'' حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ ''میں یونہی مذاق کر رہا تھا۔''

''آپ بڑی دیر سے مذاق کر رہے ہیں۔ یہ اچھی بات نہیں۔''

''اب نہیں کروں گا۔'' حمید نے یقین دہانی والے انداز میں کہا۔

دونوں بیٹھ گئے۔

''آپ فضائی راستے سے آئے ہیں یا بحری راستے سے۔'' حمید نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

''بحری راستے سے۔''

''جہاز والوں نے بھی آپ کو دو ہی سمجھا ہوگا۔''

''جی ہاں...... آج کل مجھے پوری دنیا پاگل نظر آتی ہے۔'' دونوں بولے۔

''آپ شروع ہی سے دو حصوں میں تقسیم ہیں۔''

''میرے نجی معاملات سے آپ کو کیا سروکار......!'' دونوں نے کہا۔

''آپ یہاں سے مدغاسکر تنہا گئے تھے۔'' حمید نے پھر سوال کیا۔

''ہائیں...... پھر وہی......!'' دونوں آنکھیں پھاڑ کر بولے۔

حمید بوکھلا گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اُن سے گفتگو کس طرح کرے اور کیا پوچھے۔ اس سے قبل بارہا اس کی نظروں سے تحیر خیز واقعات گذرے تھے، لیکن یہ اپنی نوعیت کا ایک ہی تھا۔

''تو آپ فریدی صاحب سے مل کر ہی جائیں گے۔'' اس نے پوچھا۔

''جی ہاں...... اب اس بات کا فیصلہ ہی ہو جانا چاہئے۔''

''فیصلہ......!'' حمید اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔ ''فیصلہ میں کئے دیتا ہوں۔''

پھر اس نے نوکروں کو پکارنا شروع کیا، جو دوسرے کمرے کی کھڑکیوں سے جھانک رہے تھے۔

''پکڑو انہیں۔''

قبل اس کے کہ وہ سنبھلتے نوکروں نے انہیں پھر قابو کر لیا۔

''تجربہ گاہ میں لے چلو......!'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔

وہ انہیں فریدی کی کیمیاوی تجربہ گاہ میں لایا۔

''کرسیوں میں جکڑ دو انہیں۔'' حمید نے نوکروں سے کہا لیکن اُسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ دونوں ہم شکلوں نے نہ تو اس پر احتجاج کیا اور نہ ہی گلوخلاصی کے لئے ہاتھ پیر مارے اور جب انہیں کرسیوں سے باندھا جا رہا تھا تو ان کے چہرے پر اتنا اطمینان تھا جیسے اُن کی تاج پوشی کے سلسلے میں یہ سارے انتظامات کئے جا رہے ہیں۔''

حمید نے دونوں کے چہروں کو خوب اچھی طرح ٹٹول کر دیکھا۔ پھر کچھ دیر تک محدب شیشے کی مدد سے ان کے خدوخال کا جائزہ لیتا رہا اور وہ اس طرح بیٹھے رہے جیسے ان کا ڈاکٹری معائنہ ہو رہا ہو۔

''یہاں درد ہوتا ہے۔'' انہوں نے اس وقت کہا جب حمید ایک کا داہنا جبڑہ ٹٹول رہا تھا۔

''دانت میں......!'' حمید نے کہا اور میز سے زنبور اٹھاتا ہوا بڑبڑایا۔ ''نکال دوں دانت۔''

''نکال دیجئے۔'' دونوں نے لاپروائی سے کہا اور حمید زنبور رکھ کر انہیں گھورنے لگا۔

تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ انہیں ٹھونک بجا کر دیکھتا رہا۔ اس نے وہ سارے ذرائع اختیار کئے جن سے کامیاب ترین میک اپ بھی ختم ہو سکتا تھا...... مگر...... اُن دونوں کے چہرے جوں کے توں رہے۔ بال برابر فرق بھی ظاہر نہ ہو سکا۔

''یارو میں ہار گیا......!'' حمید بے بسی سے بولا۔ ''اب ختم کرو یہ مذاق۔''

''مذاق آپ کر رہے ہیں یا میں۔'' دونوں گرج کر بولے۔

''آپ دونوں ساتھ پیدا ہوئے تھے۔''

''ارے خدا تمہیں غارت کرے۔'' دونوں حلق کے بل چیخے اور ان کی کرسیاں الٹ گئیں۔

نوکروں نے کرسیاں پھر سیدھی کر دیں۔ وہ سب ہنسی سے دوہرے ہوئے جا رہے تھے۔

''کیا ہنگامہ ہے۔'' فریدی کی تیز آواز سنائی دی۔ حمید چونک کر مڑا۔ نوکر اس طرح سنجیدہ ہو گئے تھے جیسے انہیں ملک الموت نظر آ گیا ہو۔

''جاؤ اپنا کام کرو۔'' اُس نے سخت لہجے میں کہا اور وہ سب چپ چاپ باہر چلے گئے۔ پھر

وہ حمید کو گھور کر بولا۔ ''یہ کیا حرکت۔''

''ملاحظہ فرمائیے۔'' حمید نے اُن دونوں کی طرف اشارہ کیا۔

''کیوں باندھ رکھا ہے۔'' فریدی رک کر بولا۔ ''ظہیر کے بھائی کو۔''

''مگر دوسرا کون ہے۔''

''دوسرا.....؟'' فریدی کے لہجے میں حیرت تھی۔ ''بھنگ تو نہیں پی گئے۔ دوسرا کہاں ہے؟ دوسرا کون؟''

الجھن

حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ نہ صرف بھنگ بلکہ تاڑی، شراب اور افیون وغیرہ وغیرہ کی کاک ٹیل پی گیا ہو کیونکہ فریدی نے یہ جملہ بڑی سنجیدگی سے کہا تھا۔

''خدا آپ کا بھلا کرے۔'' دونوں نے خوشی کا نعرہ لگایا اور بیساختہ اٹھ کھڑے ہونے کی کوشش میں کرسی سمیت منہ کے بل نیچے چلے آئے، فریدی نے دوڑ کر انہیں سیدھا کیا اور ان کی رسیاں کھولنے لگا۔

''آپ فرشتہ ہیں۔'' دونوں نے کہا۔ ''رحمت کا فرشتہ..... اس ملک میں آپ پہلے آدمی ہیں جسے ایک کے دو نہیں دکھائی دیتے۔''

''میں پاگل نہیں ہوں۔'' فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ ''مجھے آپ کی دشواریوں کا علم ہے..... میں ابھی ظہیر ہی سے مل کر آ رہا ہوں۔''

''بھائی صاحب نے کہا تھا کہ آپ اُن کے دوست ہیں، لیکن آپ کے اسسٹنٹ نے مجھے بے حد پریشان کیا ہے۔ نہ جانے کن کن چیزوں سے میرا منہ دھلوایا کہ اب تک جلن ہو رہی ہے۔''

''کیوں.....؟'' فریدی پھر حمید کو گھورنے لگا۔ حمید کچھ نہ بولا۔ وہ کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔

''مسٹر صغیر..... مجھے افسوس ہے۔'' فریدی نے کہا۔ ''مطمئن رہئے سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

''اچھا تو پھر کبھی ملاقات ہوگی۔'' دونوں نے اپنے ہاتھ مصافحہ کے لئے بڑھا دیئے، فریدی کے بعد وہ حمید کی طرف مڑے۔

''اب آپ کو یقین آیا۔''

''بالکل قطعی.....'' حمید نے مسکرا کر کہا۔

اُن کے چلے جانے کے بعد حمید، فریدی کو عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ فریدی نے قہقہہ لگایا، اس کی ساری سنجیدگی رخصت ہوگئی تھی اور آنکھوں میں شرارت آمیز چمک پیدا ہوگئی تھی۔

''فرمائیے حمید صاحب عقل بڑی یا آپ.....!''

''میرے خیال سے یہ دونوں جڑواں بھائی ہیں۔'' حمید نے کہا۔

''واقعی تم نے بڑی گہری بات بتائی۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''میرا ذہن اتنا اونچا اڑ ہی نہیں سکتا۔''

حمید نے بُرا سا منہ بنایا اور کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

فریدی بھی تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر خود بخود ہنس پڑا۔

''حمید صاحب۔'' اس نے کہا۔ ''شرارت اسے کہتے ہیں..... اچھے اچھے کا ناطقہ بند ہو گیا۔''

''کیا مطلب.....!'' حمید چونک کر بولا۔

''وہ جڑواں بھائی نہیں ہیں..... خود ظہیر بُری طرح پریشان ہے اور وہ وثوق کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اُن دونوں میں سے اسکا بھائی کون ہے۔ یہی حال گھر کے سارے افراد کا ہے۔''

''تو جناب ایک پر دوسرے کا میک اپ بھی نہیں ہے۔'' حمید نے کہا۔ ''میں اچھی طرح اطمینان کر چکا ہوں۔''

فریدی پھر ہنس پڑا۔

''شرارت محض شرارت۔'' اس نے کہا۔ ''مگر ہمارے محکمے کی لئے ایک مستقل دردسری، مسٹر صغیر نے دنیا بھر کی شرارتوں کا ریکارڈ توڑ دیا۔''

''لیکن یہ دونوں ایک ساتھ سفر کس طرح کر سکے۔''

''انہوں نے ایک ساتھ ہرگز سفر نہیں کیا۔''

''لیکن میں نے ان کے پاسپورٹ دیکھے ہیں۔'' حمید بولا۔ ''دونوں میڈ غاسکر سے ایک ہی تاریخ کو روانہ ہوئے ہیں۔''

''تو کیا ہوا.....اس سے یہ بات کب ظاہر ہوتی ہے کہ انہوں نے ایک ہی جہاز پر سفر کیا۔ اُس تاریخ کو میڈ غاسکر سے تین جہاز روانہ ہوئے تھے۔''

''ظہیر شاہد صاحب کا کیا خیال ہے۔'' حمید نے پوچھا۔

''وہ قریب قریب پاگل ہو چکا ہے۔ وہی نہیں بلکہ گھر کا ہر فرد......صاحبزادے میڈ غاسکر سے اس لئے بلائے گئے تھے کہ ان کی شادی کر دی جائے۔ لڑکی گھر ہی کی ہے۔ اُس کے مرحوم چچا کی لڑکی۔''

''یہ حضرت میڈ غاسکر میں کیا کرتے تھے۔''

''سونے اور چاندی کی کئی کانوں کا حصہ دار ہے۔ کافی دولت مند آدمی ہے اور یہ دولت خود اسی کی پیدا کی ہوئی ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ اپنی دولت کا بیشتر حصہ اپنی شرارتوں کی نذر کر دینے کا عادی ہے۔''

''تو اسے آپ سچ مچ شرارت ہی سمجھتے ہیں۔''

''پھر اور کیا سمجھوں؟ لیکن میرا خیال ہے کہ یہ اس صدی کی سب سے بڑی اور عجیب شرارت ہے۔''

فریدی خاموش ہو گیا۔ کچھ سوچتا رہا پھر خود بخود ہنس پڑا۔

''وہ ایک شرارت ہی کے سلسلے میں یہاں بھاگا تھا۔'' اس نے کہا۔ ''دس سال قبل کی بات ہے اس کے بڑے بھائی ظہیر شاہد کی شادی ہوئی اس ظالم نے اس کی بیوی کو حجلہ عروسی سے غائب کر کے کسی دوسرے کے کمرے میں پہنچا دیا اور بیوی کی جگہ ایک ساٹھ سالہ بوڑھیا کو بٹھا دیا، جو کرائے پر حاصل کی گئی تھی۔ میاں ظہیر گھونگھٹ الٹنے سے پہلے بڑی دیر تک رومانی قسم کے ڈائیلاگ بولتے رہے۔ پھر جو گھونگھٹ الٹا ہے تو بس مزہ آ گیا۔ جب بات کھلی تو صغیر کے پیچھے رائفل لے کر دوڑے۔ پھر صغیر کو یہاں سے بھاگنا پڑا۔ ظہیر حقیقتاً اُسے مار ڈالنے پر تل گیا۔''

''ظاہر ہے کہ اب بھی دونوں کے تعلقات کشیدہ ہوں گے۔'' حمید نے کہا۔

''نہیں ایسا تو نہیں۔ شادی کے لئے ظہیر ہی نے اُسے بلایا تھا۔''

وہ دونوں گفتگو کرتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آئے۔ فریدی کے بیڈ روم میں ٹیلی فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ کمرے سے واپسی پر اُس نے حمید سے کہا۔ ''ظہیر شاہد کا فون تھا۔''

''کیا بات ہے؟''

''نعیمہ ان دونوں سے لڑ پڑی ہے۔''

''نعیمہ کون۔''

''صغیر کی منگیتر......!'' فریدی ہنس کر بولا۔ ''وہ دونوں اُس سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔''

''معاملہ بڑا دلچسپ ہے اگر اجازت ہو تو میں ان دونوں کو ایک کر دوں۔''

''وہ تو بڑی آسانی سے ہو سکتا تھا، لیکن دشواری یہ ہے کہ خود اس کے گھر والے اُسے شناخت نہیں کر سکتے۔''

''مگر دونوں کی آوازوں میں خفیف سا اختلاف ہے۔'' حمید بولا۔

''میں نے بھی محسوس کیا ہے۔'' فریدی نے کہا۔ ''لیکن ظہیر اس کے باوجود بھی اُسے شناخت نہیں کر سکتا۔''

''دنیا کا آٹھواں عجوبہ۔'' حمید بولا۔ ''اگر یہ محض شرارت ہے تو اس کے لئے واقعی بڑی بھاری قیمت ادا کرنی پڑی ہوگی۔''

''اس میں شک نہیں۔''

''ان پر کون سی فرد جرم عائد ہو سکتی ہے۔'' حمید نے پوچھا۔

''کوئی بھی نہیں......کیونکہ ایک کے خلاف دوسرے کو کوئی شکایت نہیں اور اس وقت تک تو کچھ کیا ہی نہیں جا سکتا جب تک کہ اس حرکت کا مقصد نہ ظاہر ہو جائے۔''

''پھر آخر کیا ہوگا۔''

''کچھ بھی نہیں......خاصی تفریح رہے گی۔'' فریدی ہنس کر بولا۔

''اگر اُن دونوں کو یہاں بلا کر رکھا جائے تو کیا ہرج ہے۔ ظہیر شاہد آپ کا خاصا گہرا دوست ہے۔'' حمید نے کہا۔

"بخشئے آپ تینوں مل کر زندگی تلخ کر دیں گے۔" فریدی نے کہا۔ "آؤ چلتے ہو ظہیر کے یہاں۔"

"ابھی آپ وہیں سے تو آ رہے ہیں۔"

"بلف تھا...... میں نے اُس سے صرف فون پر گفتگو کی تھی۔ لیکن ابھی جو فون آیا ہے اُس پر اُس نے مجھے گھر آنے کی دعوت دی ہے۔"

حمید تیار ہو گیا۔ دونوں باہر آئے۔

"میرا خیال ہے کہ یہاں سے جانے کے بعد اُن دونوں نے نعیمہ کو چھیڑا ہوگا۔" فریدی نے کہا۔

کیڈی لاک کا رخ ظہیر کے گھر کی طرف تھا جو فریدی کی کوٹھی سے آدھ میل کے فاصلے پر رہا ہوگا۔

"نعیمہ کو کیوں چھیڑا ہوگا۔" حمید نے سوال کیا۔ اُس کا ذہن اُن دونوں کو تنگ کرنے کی حرکتیں سوچ رہا تھا۔

"انہوں نے اُس سے کہا کہ محکمہ سراغ رسانی والوں نے بھی انہیں ایک تسلیم کرلیا ہے، لہٰذا اب شادی میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ کوئی معنی نہیں رکھتی۔ بھئی میرا خیال تو یہ ہے کہ صغیر نے یہ حرکت ہی اس لئے کی ہے کہ اس کی شادی نعیمہ سے نہ ہو سکے۔"

"تو وہ انکار بھی تو کر سکتا تھا...... ظاہر ہے کہ ظہیر صاحب کا دست نگر نہیں۔"

"ٹھیک ہے...... وہ ظہیر کا کہنا ٹال سکتا ہے لیکن اپنی دادی کا نہیں۔ ہیں تو وہ ان کی سوتیلی ہی دادی، لیکن دونوں اُن سے بہت محبت کرتے ہیں اور ڈرتے بھی ہیں۔ غالباً یہ انہیں کی خواہش ہے کہ صغیر کی شادی نعیمہ سے ہو۔"

"نعیمہ کافی خوبصورت ہوگی۔"

"کیوں......؟"

"یہ اُسی سے پوچھ کر بتاؤں گا کہ وہ کیوں کافی خوبصورت ہے۔" حمید نے کہا۔

کیڈی لاک خان بہادر ظہیر کی کوٹھی کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہی تھی۔

انہوں نے خان بہادر ظہیر کو دیکھا جو بے چینی سے برآمدے میں ٹہل رہا تھا۔ یہ چالیس سال کا ایک متین اور سنجیدہ آدمی تھا۔ پیشانی سے کچھ اوپر تھوڑے سے بالوں میں سفیدی تھی اور ایک پتلی سی سفید لہر پیچھے کی طرف مڑے ہوئے سیاہ بالوں میں کچھ عجیب لگتی تھی۔ آنکھوں کی

خواب ناک کیفیت اس کی نرم دلی کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ فریدی کو دیکھ کر وہ کچھ عجیب انداز میں مسکرا پڑا۔

"یار تم بھی بس کمال ہی کرتے ہو۔" اس نے کہا۔ "اُن بھوتوں نے تو اب زندگی اجیرن کر دی۔"

"کیا ہوا......!" فریدی نے پوچھا۔

"کہتے ہیں محکمہ سراغ رسانی نے انہیں ایک تسلیم کرلیا ہے۔"

"اگر میں یہ نہ کہتا تو کہتا کیا۔" فریدی ہنس کر بولا۔

"ہم سب تنگ آ گئے ہیں۔ آؤ اندر چلو...... مجھے ڈر ہے کہ کہیں دادی جان جوتی لے کر دونوں پر پل نہ پڑیں۔ کل سے کئی بار دھمکا چکی ہیں۔"

"نعیمہ سے کیا باتیں ہوئیں۔"

"ہوئیں کیا...... ابھی تک ہو رہی ہیں۔ یار کیا بتاؤں کبھی غصہ آتا ہے اور کبھی ہنسی۔"

"نکال باہر کیجئے۔" حمید نے کہا۔

"کسے نکال باہر کروں...... اُن میں سے ایک یقیناً صغیر ہے اور میں وثوق کے ساتھ کہہ نہیں سکتا کہ کون ہے۔ شرارت کی حد کر دی سُور نے۔"

ظہیر رک کر کچھ سننے لگا پھر بولا۔ "میرا خیال صحیح ہے۔ نعیمہ ابھی تک ان سے الجھی ہوئی ہے۔ یار سنو...... تم بھیس وغیرہ بھی شاندار بدلتے ہو کچھ بتاؤ...... میری مدد کرو۔"

"ان میں سے کسی نے اپنی شکل تبدیل نہیں کی ہے۔" فریدی نے کہا۔ "دونوں ہم شکل ہیں۔"

"پھر میں کیا کروں۔" ظہیر بے بسی سے بولا۔

"ارے تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔" فریدی نے کہا۔ "دو چار دن تنگ کر کے راہ راست پر آ جائے گا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن تمہارے محکمے والوں نے تو ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ دونوں حراست میں نہ لے لئے جائیں۔"

"ہشت......!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "قانوناً وہ گرفت میں نہیں آتے۔ کیا ہم شکل اور ہم نام ہونا جرم ہے۔ دونوں الگ الگ پاسپورٹ رکھتے ہیں اور قطعی قانونی طور پر یہاں آئے ہیں۔"

مجھے تمہارا بھائی جینئس معلوم ہوتا ہے۔ اتنی شاندار شرارت شاید ہی کسی نے کی ہو۔"

وہ لوگ نشست کے کمرے میں آئے۔ فریدی کو دیکھ کر دونوں ہم شکل بے ساختہ اچھل پڑے اور نعیمہ کو مخاطب کر کے بولے۔

"یہ لو محکمہ سراغ رسانی بھی آ گیا۔ اب تمہیں میری بات ماننی ہی پڑے گی۔"

فریدی ہنسنے لگا۔ نعیمہ اُسے شکایت آمیز نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"فریدی صاحب۔" ہم شکلوں نے اُس سے کہا۔ 'خدارا اپنی زبان مبارک سے یہاں بھی میرے متعلق اظہار خیال فرما دیجئے۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" فریدی نے حیرت سے کہا۔

"یہی کہ میں ایک ہوں۔"

"قطعی ایک ہیں آپ..... محکمہ سراغ رسانی اسے تسلیم کر چکا ہے۔"

"آداب.....!" دونوں نے جھک کر نعیمہ کو سلام کیا۔

نعیمہ بھنا کر اٹھی اور پیر پٹختی ہوئی کمرے سے چلی گئی۔ اس پر دونوں نے قہقہہ لگایا۔ نعیمہ نے اندر جا کر دادی جان سے نہ جانے کیا کہہ دیا کہ وہ چراغ پا ہو کر سیدھی نشست کے کمرے میں چلی آئیں۔ ان کی عمر ساٹھ ستر کے لگ بھگ رہی ہوگی۔ چہرہ شفاف اور بارعب تھا لیکن اس پر مامتا کی نرمی تھی۔

"کیوں کمال میاں۔" انہوں نے فریدی کو مخاطب کیا۔ "تم نے بھی انہیں کم بختوں کی ہاں میں ہاں ملا دی۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر آپ سب اتنے پریشان کیوں ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"بس میاں بس..... تم بھی جان جلانے آ گئے۔ میں ان نکٹوں کا منہ جھلس دوں گی۔"

"دادی جان۔" دونوں ہم شکلوں نے ہانک لگائی۔ "آخر آپ اپنے صغیر سے اتنی بیزار کیوں ہو گئی ہیں۔"

"صغیر باز آ جا اپنی حرکت سے، میں پھر سمجھاتی ہوں، ورنہ جوتیوں سے تم دونوں کی خبر لوں گی۔"

"ہائے پھر وہی دونوں..... پھر وہی دونوں۔" ہم شکلوں نے باقاعدہ اپنا سر پیٹنا شروع

کر دیا۔ تھپا تھپ..... تھپا تھپ..... تھپا تھپ..... تھپا تھپ۔

اگر حمید اور فریدی آگے بڑھ کر اُنکے ہاتھ نہ پکڑ لیتے تو یہ سلسلہ نہ جانے کب تک جاری رہتا۔

دادی جان انہیں ایسی نظروں سے دیکھ رہی تھیں جیسے بلبلا کر رو پڑیں گی۔ غصے کے ساتھ ہی ساتھ اگر بے بسی کا احساس بھی ہو جائے تو یہی کیفیت ہوتی ہے۔ ظہیر ہنس رہا تھا لیکن اس کی ہنسی میں بھی زچ ہو جانے کی آخری منزلیں جھلک رہی تھیں۔

"میں ابھی چلا جاؤں گا۔" دونوں نے روہانسی آواز میں کہا۔ "ہمیشہ کے لئے چلا جاؤں گا۔"

"دور ہو جاؤ کم بختو.....!" دادی جان جوتی اتارنے کے لئے جھکیں۔

"ہائے پھر وہی کم بختو.....!" دونوں بولے..... "مار لیجئے مگر دل نہ دکھایئے۔"

"جانے بھی دیجئے۔" فریدی اُن کے اور دادی جان کے درمیان میں آ گیا۔

فریدی نے بدقت تمام دادی جان کو سمجھا بجھا کر ڈرائنگ روم سے رخصت کر دیا۔

"صغیر مذاق کی بھی حد ہوتی ہے۔" ظہیر سنجیدگی سے بولا۔

"میں ابھی اس ملک سے تو نہیں جا سکتا لیکن اس گھر سے ضرور چلا جاؤں گا۔" دونوں نے بُرا مان کر کہا۔

"یار تم ہی سمجھاؤ۔" ظہیر نے فریدی کو مخاطب کیا۔

"اگر آپ کا معاملہ نہ ہوتا تو میں سمجھا دیتا۔" حمید نے اپنے پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے کہا۔

"کیا سمجھا دیتے۔" دونوں نے بھولے پن سے پوچھا۔

"یہی کہ لومڑی سال میں تیس انڈے دیتی ہے۔"

"ساڑھے تیس.....!" دونوں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میڈ غاسکر کی لومڑیاں تو بعض اوقات ساڑھے اکتیس بھی دے ڈالتی ہیں۔ یہ تو مقدر کی بات ہے۔"

حمید جھنجھلا کر رہ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ دنیا میں کیا کوئی ایسا آدمی بھی ہے، جو اس کا ناطقہ بند کر سکے۔ بہر حال وہ خود کو جوابی کاروائی کی لئے تیار کرنے لگا۔

فریدی اس کا ارادہ بھانپ گیا تھا، اس لئے جلدی سے بولا۔

"اچھا بھئی میں تو چلا..... جب صغیر صاحب کو تم لوگوں کی بے بسی کا پورا احساس

ہو جائے گا تو معاملات خود بخود اعتدال پر آجائیں گے۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" دونوں نے فریدی کو روک کر کہا۔

"صغیر میاں......ابھی بچے ہو۔" فریدی نے کہا اور حمید کا ہاتھ پکڑ کر چل پڑا۔

باہر پورٹیکو میں نعیمہ دکھائی دی، جو ایک آدمی سے آہستہ آہستہ گفتگو کر رہی تھی۔ یہ نوجوان اور قبول صورت تھا۔ وضع قطع سے اسپورٹس مین بھی معلوم ہوتا تھا۔ فریدی اور حمید کو دیکھ کر وہ خاموش ہوگئی اور وہ نوجوان بھی ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔

فریدی نے نعیمہ کی طرف دیکھ کر سر کو خفیف سی جنبش دی اور مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ نعیمہ بھی جواباً مسکرائی لیکن مسکراہٹ جاندار نہیں تھی۔ نعیمہ نہ بہت خوبصورت تھی اور نہ اُسے بدصورت ہی کہا جاسکتا تھا۔ البتہ اُس کی آنکھیں خمار آگیں ضرور تھیں اور غالباً اس میں یہی ایک کشش تھی۔ لباس کے معاملے میں ہلکے رنگوں کی دلدادہ تھی۔ اس وقت وہ ہلکے نارنجی دوپٹے میں خاصی دلکش لگ رہی تھی۔

"یہ مرد کون تھا......!" حمید نے پوچھا۔

"اختر......ظہیر کا پرائیویٹ سیکریٹری اور غالباً دور کے رشتے کا کوئی عزیز بھی، میں نے عموماً ان دونوں کو ہمیشہ ساتھ ہی دیکھا ہے۔"

پھر دونوں خاموشی سے کیڈی لاک پر بیٹھ گئے۔

"ہوٹل ڈی فرانس......" حمید نے اس انداز میں کہا جیسے اس نے کسی ٹیکسی ڈرائیور کو ہدایت دی ہو۔

"اچھا جی......!"

"ہاں مرے سرکار چھ بج رہے ہیں......ساڑھے چھ بجے وہاں ایک شاندار پروگرام ہے۔"

"میرے پاس وقت نہیں ہے۔" فریدی ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

"اچھا تو اتر جایئے گاڑی سے میں تو جاؤں گا۔"

"تشریف لے جایئے۔" فریدی نے کیڈی روک دی اور خود نیچے اتر گیا۔

حمید نے اسٹیرنگ سنبھال لیا۔

پراسرار قتل

ناشتے کی میز جلد ہی ویران ہوگئی۔ ہوا یہ کہ کسی بات پر حمید کو بے ساختہ ہنسی آگئی اور کافی کا وہ گھونٹ جو حلق سے نہیں اترا تھا......منہ سے نکل پڑا۔

پھر فریدی ناشتہ ختم کیے بغیر ہی اٹھ گیا۔

حمید تمباکو کا نیا ٹن لینے کے لئے اپنے بیڈروم کی طرف جا ہی رہا تھا کہ فریدی کی خواب گاہ میں لگے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ فریدی ابھی تک کھانے ہی کے کمرے میں بیٹھا صبح کا اخبار دیکھ رہا تھا۔ حمید اس کی خواب گاہ میں چلا گیا۔

"ہیلو......!" اُس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ "کون؟ ہاں......ہاں......ارے؟......کب؟ اوہ......اچھا......اچھا......؟"

وہ ریسیور رکھ کر تیزی سے کھانے کے کمرے کی طرف بڑھا۔

"حقیقتاً ہم دونوں منحوس ہیں۔" حمید نے فریدی کو مخاطب کر کے کہا۔

"مجھے......بیکار......گھسیٹتے ہو......اپنے ساتھ۔" فریدی اخبار پر نظریں جمائے ہوئے رک رک کر بولا۔

"نہیں آپ اور میں دونوں۔" حمید کی آواز کپکپا رہی تھی۔ "جہاں ہمارے قدم پڑتے ہیں ہماری شامت پہلے ہی سے ہماری منتظر رہتی ہے۔"

"کیا ہوا......!" فریدی نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"وہی، جو اپنی تقدیر بن چکا ہے۔"

"بتاؤ نا کیا بات ہے۔"

"قتل......میں پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ......وہ دونوں......!"

"جلدی سے کہہ چلو......!" فریدی سگار سلگاتے سلگاتے رک کر بولا۔

"خان بہادر ظہیر کا سیکریٹری اختر قتل ہوگیا۔ ابھی ابھی جگدیش کا فون آیا ہے۔"

"مجھے خدشہ تھا......!" فریدی بڑبڑا کر کھڑا ہوگیا۔

"خدشہ......!" حمید حیرت سے بولا۔

"جگدیش نے کہاں سے فون کیا ہے۔"

"خان بہادر کی کوٹھی سے......وہ آپ کا منتظر ہے۔"

کار اسٹارٹ کرتے وقت حمید کہہ رہا تھا۔ "اس کی پشت میں دو خنجر پیوست ہیں۔"

"دو خنجر......!" فریدی چونک کر بولا۔

پھر حمید کافی دیر تک منتظر رہا کہ فریدی اس کے آگے بھی کچھ کہے گا۔ لیکن وہ خاموش تھا۔ انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کچھ کہنا ضرور چاہتا تھا۔

"کیا نتیجہ اخذ کرتے ہیں آپ......؟" حمید نے خود ہی اس سے پوچھا۔

"نتیجہ......بھلا دیکھے بھالے بغیر نتیجہ کیسے اخذ کیا جا سکتا ہے۔"

"دو خنجروں کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو......ان دونوں کی طرف تمہارا خیال ہے۔"

"قطعی......!" حمید بے چینی سے بولا۔ "میں نے آج تک یہ نہیں سنا کہ کسی قاتل نے بیک وقت دو خنجر استعمال کئے ہوں۔"

"جلدی کرنا چاہئے۔" فریدی نے کار کی رفتار تیز کرتے ہوئے کہا۔ "نئے ڈی۔ ایس۔ پی صاحب ذرا کافی عقلمند معلوم ہوتے ہیں۔ جگدیش نے کیا کہا تھا کسی چیز کو ابھی تک ہاتھ تو نہیں لگایا گیا؟"

"نہیں۔"

خان بہادر کی کوٹھی کے پھاٹک پر دو مسلح پولیس کانسٹیبل موجود تھے۔ فریدی نے باہر ہی کار روک دی۔ انہوں نے کانسٹیبلوں کے قریب ہی نعیمہ کو بھی دیکھا جو ایک ننھے سے کتے کی زنجیر تھامے کانسٹیبلوں سے الجھ رہی تھی۔

"آخر کیوں نہیں جانے دیتے اندر......" وہ تیز لہجہ سے پوچھ رہی تھی۔

فریدی کو دیکھ کر دونوں سپاہی ایک طرف ہوگئے۔

"کیا معاملہ ہے۔" نعیمہ نے فریدی سے پوچھا۔

"کیا تم گھر پر نہیں تھیں۔" فریدی نے سوال کیا۔

"نہیں...... پولیس یہاں کیوں؟ کیا بات ہے بتائیے نا۔"

"تم کہاں تھیں؟"

"ہوا خوری کے لئے گئی تھی۔"

"کس وقت......!"

"آخر آپ بتاتے کیوں نہیں۔" وہ جھنجھلا کر بولی۔

"کسی نے اختر کو قتل کر دیا۔"

"کیا......؟" وہ تقریباً چیخ پڑی اور کتے کی زنجیر اس کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی۔ وہ چند لمحے فریدی کی طرف خالی نظروں سے دیکھتی رہی پھر تیزی سے دوڑتی ہوئی اندر چلی گئی۔ کتا بھونکتا ہوا زنجیر سمیت اس کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ فریدی کی نظریں اس کا تعاقب کرتی رہیں۔

"آؤ......!" وہ آہستہ سے بولا۔

برآمدے میں ہی خان بہادر سے ملاقات ہوگئی۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ ہونٹوں کی خشکی پپڑیوں کی شکل میں تبدیل ہوگئی تھی۔

"اب کیا ہوگا۔" وہ فریدی کی طرف بڑھ کر مضطربانہ انداز میں بولا۔

"لیکن یہ کب اور کہاں ہوا......؟" فریدی نے پوچھا۔

"لائبریری میں......آؤ دیکھو......ادھر آؤ......کون کہہ سکتا ہے کہ وہ مر گیا۔"

ظہیر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر پائیں باغ کی طرف لے جاتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے ایک کھڑکی کی طرف اشارہ کیا جس سے اختر کا چہرہ صاف نظر آ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ خلاء میں گھور رہا ہو۔ اس کا رخ پائیں باغ ہی کی طرف تھا۔

"دیکھ رہے ہو۔" ظہیر نے فریدی کو جھنجھوڑ کر کہا۔ اس کی آواز کپکپا رہی تھی۔ "وہ اب دنیا میں نہیں......مگر دیکھو تو......" وہ اپنے ہاتھ ملنے لگا۔

"تو یہ لائبریری ہی ہے نا......!" فریدی نے پوچھا۔

"ہاں..... صبح ہم میں سے کئی آدمیوں نے اسے اسی حالت میں دیکھا اور کوئی دھیان نہ دیا۔ پھر میں نے ہی اُسے پکارا اور جب کئی آوازیں دینے کے باوجود بھی اس کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی تو میں جھنجھلا کر لائبریری میں گھس گیا..... اوہ..... میرے خدا..... جانتے ہو..... اُس کی پیٹھ میں دو خنجر ہیں..... دو خنجر۔"

دوسری کھڑکی میں ڈی۔ ایس۔ پی کا چہرہ دکھائی دیا۔ اس کے پیچھے جگدیش تھا۔

"اور وہ دونوں کہاں ہیں۔"

"اوہ..... وہ.....!" اچانک ظہیر کی آواز بند ہوگئی۔ وہ تھوک نگل کر بولا "خدا کے لئے صغیر کو بچاؤ۔"

"کیوں.....؟"

"کچھ نہیں..... کچھ نہیں۔" ظہیر مضطربانہ انداز میں بولا اور انہیں چھوڑ کر تیزی سے اندر چلا گیا۔

فریدی چند لمحے کھڑا اُس کھڑکی میں دیکھتا رہا پھر وہ بھی اندر جانے کے لئے مڑا۔

لائبریری میں پولیس والوں اور محکمہ سراغ رسانی کے فوٹو گرافروں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

مقتول کھڑکی کے قریب رکھی ہوئی لکھنے کی میز پر ایک ہاتھ رکھے بیٹھا تھا اور اُس کی پشت میں دو خنجر پیوست تھے۔

"ذرا دیکھئے۔" حمید بیساختہ بولا۔ اُس کی نظریں خنجروں پر جمی ہوئی تھیں۔ دونوں ایک ہی ساخت کے تھے اور ان کے دستوں پر چھوٹے چھوٹے جواہرات نصب تھے۔

"میرے خیال سے لاش کو ہاتھ نہ لگایا گیا ہوگا۔" فریدی نے جگدیش سے پوچھا۔

"جی نہیں.....!"

فریدی اور حمید لاش کے قریب آئے۔ فریدی جھک کر خنجروں کو دیکھنے لگا۔ حمید نے اس کے چہرے پر حیرت کے آثار دیکھے..... وہ تھوڑی دیر تک لاش پر جھکا رہا پھر سیدھا ہو کر پُر خیال انداز میں میز پر بکھری ہوئی چیزوں کی طرف دیکھنے لگا۔ مقتول کا ہاتھ میز پر اس طرح رکھا ہوا تھا جیسے وہ کسی چیز کو دبائے ہوئے ہو۔

پورے کمرے میں خاموشی مسلط تھی۔ ڈی۔ ایس۔ پی سٹی معنی خیز انداز میں فریدی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"گھر والوں کے بیانات لئے گئے۔" فریدی نے جگدیش سے پوچھا۔

"سرسری پوچھ گچھ ہوئی ہے۔ دراصل آپ کا انتظار تھا۔"

"تمہیں کس وقت اطلاع ملی تھی۔"

"آٹھ بجے۔"

فریدی اپنی گھڑی کی طرف دیکھنے لگا۔

"وہ دونوں ہم شکل.....!" ڈی۔ ایس۔ پی بڑبڑایا۔

فریدی اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"وہ دونوں میڈغاسکر سے آئے ہیں۔" ڈی۔ ایس۔ پی پھر بولا۔ "خود کو ایک کہتے ہیں، ایک ہی نام اور ولدیت رکھتے ہیں..... پھر بھی آپ کے محکمے نے اُن کے لئے کچھ نہیں کیا۔"

"کر ہی کیا سکتا ہے میرا محکمہ.....!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اگر وہ خود کو ایک کہتے ہیں تو اُن کا شمار صرف پاگلوں میں ہوسکتا ہے۔ رہ گئیں بقیہ باتیں تو اُن کے لئے دنیا کا کوئی قانون انہیں مجرم قرار نہیں دے سکتا۔"

"لیکن کم از کم میں تو اب انہیں نہیں چھوڑ سکتا۔" ڈی۔ ایس۔ پی نے کہا۔

"آپ کی مرضی۔" فریدی اپنے شانوں کو لاپروائی سے جنبش دیتا ہوا بولا۔

پھر اُس کی ہدایت کے مطابق فوٹو گرافروں نے کئی زاویوں سے اُس لاش کے فوٹو لئے۔

وہ بڑی دیر تک محدب شیشے کی مدد سے لاش اور قرب و جوار کا جائزہ لیتا رہا۔

"سمجھ میں نہیں آتا کہ موت کس طرح واقع ہوئی۔" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔ حمید چونک کر اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ شاید ڈی۔ ایس۔ پی نے بھی یہ بات سن لی تھی اور طنزیہ انداز مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"واقعی یہ بہت الجھا ہوا مسئلہ ہے۔ شاید آپ رات بھر شراب پیتے رہے ہیں۔"

"میں اس نیک عادت سے محروم ہوں۔" فریدی کی جوابی مسکراہٹ بھی بڑی زہریلی تھی۔

"یہ خنجر...... جنہیں صرف اندھے ہی ٹٹول کر موت کا ذمہ دار قرار دے سکتے ہیں۔ میری نظروں میں ان کی کوئی وقعت نہیں۔"

"کیوں......؟" ڈی۔ایس۔پی کی بھنوئیں تن گئیں۔

"موت ان خنجروں کی وجہ سے نہیں واقع ہوئی۔"

حمید اُسے اس طرح گھورنے لگا جیسے وہ سچ مچ پچھلی رات شراب پیتا رہا ہو۔

"بہت خوب......!" ڈی۔ایس۔پی مسکرا کر بولا۔ "آپ تو سچ مچ اب شرلاک ہومز کے بھی کان کترنے لگے ہیں۔"

"معاف کیجئے گا......!" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ "سراغ رسانی کا فن میں نے جاسوسی ناولوں یا ہالی وڈ کی فلموں سے نہیں سیکھا۔"

"یعنی......!" ڈی۔ایس۔پی کے لہجے میں تلخی تھی۔

"یعنی یہ کہ ذرا مقتول کا چہرہ اور بیٹھنے کا انداز ملاحظہ فرمائیے۔" فریدی نے کہا۔ "کیا آپ نے کبھی کسی ایسے آدمی کے چہرے پر اتنا سکون دیکھا ہے جس کی موت خنجر لگنے سے واقع ہوئی ہو۔"

"آپ تو شاعری کرنے لگے۔" ڈی۔ایس۔پی نے کہا۔

"جی ہاں اور مقطع سنتے ہی آپ پھڑک اٹھیں گے۔" فریدی پرسکون انداز میں بولا۔

"کیوں اپنی بھد کرائیے گا۔" حمید آہستہ سے بولا۔ لیکن پھر جو "ارے باپ" کہہ کر اچھلا ہے تو دروازے ہی کے پاس جا کر رکا۔

"کیا ہوا......!" جگدیش اور ڈی۔ایس۔پی گھبرا کر بیک وقت بولے۔ حمید اپنی داہنی ران دبائے اور ہونٹ سکوڑے فریدی کو گھور رہا تھا۔

"ایک ننھی سی پن چبھونے کا یہ نتیجہ ہوا کہ میاں حمید اچھل کر اتنی دور گئے۔" فریدی نے اپنا ہاتھ اٹھا کر کہا۔ اُس کی چٹکی میں ایک پن دبی ہوئی تھی۔ "اور یہ" اُس نے لاش کی طرف اشارہ کیا۔ "خنجر لگنے کے باوجود بھی کرسی ہی پر جما رہا۔ وہ بھی اس انداز میں جیسے خنجر کی بجائے لڈو کھائے ہوں۔ کوتوال صاحب! اس قسم کے سنسنی خیز مناظر صرف جاسوسی ناولوں اور مار پیٹ کی فلموں ہی میں دکھائی دیتے ہیں۔ حقائق سے ان کا تعلق نہیں۔ اگر یہ خنجر لگنے سے پہلے زندہ ہوتا تو

رسی کے بجائے فرش پر نظر آتا یا اس کا سر اس میز پر ہوتا۔ مرنے کے بعد بھی چہرے پر تشنج کے آثار پائے جاتے۔ ایک ہاتھ گود میں اور دوسرا میز پر رکھ کر نہ مرتا۔"

"کیا دو طاقتور آدمی اُسے کرسی ہی پر روکے رکھنے کے لئے کافی نہیں ہو سکتے۔" ی۔ایس۔پی نے کہا۔ "آپ نے شاید پہلے کبھی یہ بھی نہ دیکھا ہو کہ کسی آدمی کی جان لینے کے لئے بیک وقت دو خنجر استعمال کئے گئے ہیں۔"

"خیر یہ تو کوئی بات نہ ہوئی...... ایک آدمی پر بیک وقت پانچ آدمی بھی حملہ کر سکتے ہیں۔ ں جانتا ہوں کہ آپ کے ذہن میں وہی دونوں ہیں۔"

"میں تو انہیں نہیں چھوڑ سکتا۔"

فریدی اُس کے جواب میں کچھ کہے بغیر پھر لاش پر جھک گیا۔

"یہ کیس اتنا تحیر خیز نہیں ہے جتنا کہ آپ سمجھ رہے ہیں۔" ڈی۔ایس۔پی نے پھر کہا۔

"میں ثابت کر سکتا ہوں کہ موت ان خنجروں سے نہیں واقع ہوئی۔" فریدی سر اٹھا کر سکون لہجے میں بولا۔

"اگر اجازت ہو تو یہ خنجر نکال لوں۔"

"جو دل چاہے کیجئے۔" ڈی۔ایس۔پی نے اس طرح کہا جیسے اُسے اس معاملے سے کوئی روکار ہی نہ ہو۔

فریدی نے دونوں خنجر نکال لئے۔ اس کے لئے اُسے کافی زور صرف کرنا پڑا۔ لیکن لاش کی زیشن جوں کی توں رہی، جسم بالکل اکڑ گیا تھا۔

"اب دیکھئے۔" فریدی نے ڈی۔ایس۔پی کو مخاطب کیا۔ "یہاں پر تو خون کے دریا نے چاہئے تھے...... اس کے برخلاف ایک دھبہ بھی نہیں دکھائی دیتا۔ کیا خیال ہے؟ لاش نڈی ہو جانے کے بعد یہ خنجر گھونپے گئے تھے یا نہیں۔"

فریدی نے لاش کی پیٹھ ننگی کر دی۔

"اگر آپ ان خنجروں کو اُس کی موت کی وجہ قرار دیتے ہیں۔" فریدی نے کہا۔ "تو پھر پ کو اسے بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ مقتول کے جسم میں خون ہی نہیں تھا۔"

"پھر آخر یہ مرا کیسے۔" ڈی۔ایس۔پی نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

"یہ تو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ ہی بتا سکے گی، بہرحال یہ صاف ظاہر ہے کہ قتل کا جو طر ظاہر کیا گیا ہے، حقیقتاً وہ موت کا باعث نہیں ہوا اور دیکھئے...... یہ زخم......!" فریدی نے ایک چھوٹے سے زخم کی طرف اشارہ کر کے کہا' جو خنجر والی جگہ سے کچھ اوپر تھا۔ "پہلے یہاں گھونپنے کی کوشش کی گئی تھی لیکن پسلی کی ہڈی بیچ میں حائل ہوگئی۔"

ڈی۔ایس۔پی تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا پھر مسکرا کر بولا۔

"میرے خیال سے اب یہاں میری موجودگی ضروری نہیں۔ آپ تو آ ہی گئے۔ اچھا جگدیش صاحب میں چلا۔ ہاں ان دونوں کیلئے وارنٹ گرفتاری قابل ضمانت ضرور نکلوایئے گا۔"

ڈی۔ایس۔پی چلا گیا۔

"کیا چوٹ ہوئی ہے سالے کو۔" جگدیش مسکرا کر بڑبڑایا۔

فریدی اس کی طرف دھیان دیئے بغیر مقتول کی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ پھر اس نے اس کا وہ ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی جو میز پر رکھا ہوا تھا۔ حمید اور جگدیش بھی قریب آ گئے۔ ہاتھ کے ایک لفافہ تھا۔ فریدی نے اُسے اٹھا کر دیکھا۔ یہ بند تھا اور اس پر ڈاک کا ٹکٹ چسپاں تھا۔ لیکن اوپر پتہ نہیں لکھا گیا تھا۔ فریدی نے لفافہ چاک کیا اور اندر کا خط نکالا۔ حمید اُسے بغور دیکھ رہا تھا فریدی کے ماتھے پر سلوٹیں ابھرتی آ رہی تھیں۔ پھر اُس نے خط کو تہہ کر کے لفافے میں ر ہوئے مقتول کے چہرے پر نظریں جما دیں۔

"کوئی خاص بات......!" حمید نے پوچھا۔

فریدی نے چونک کر نفی میں سر ہلاتے ہوئے لفافہ جیب میں رکھ لیا۔

"لاش اٹھوا دو......!" فریدی نے جگدیش سے کہا۔

ایمبولینس گاڑی پہلے ہی سے موجود تھی۔ لاش اٹھوا دی گئی۔ لائبریری میں دو پولیس کانسٹیبلوں کی ڈیوٹی لگا کر وہ لوگ باہر نکل آئے۔ کوٹھی کے افراد ڈرائنگ روم میں اکٹھا تھے۔ پورا کنبہ نو آدمیوں پر مشتمل تھا۔ فریدی نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں، نعیمہ ان میں نہیں تھی۔ دونوں ہم شکل خاموش کھڑے تھے۔ دادی جان کی آنکھوں کے پپوٹوں پر روتے ر

م آ گیا تھا۔

"مقتول آپ کے یہاں کب سے تھا۔" فریدی نے ظہیر کو مخاطب کیا۔

"اختر کی پرورش ہی یہیں ہوئی تھی۔" ظہیر نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"رات کو آخری بار اُسے کس نے دیکھا تھا۔" فریدی نے گھر والوں پر اچٹتی سی نظر ڈالی۔

"غالباً میں نے......!" ظہیر ہی بولا۔

"کس وقت......!"

"دس بجے۔"

"یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔"

"میں بھی لائبریری ہی میں تھا...... میرے اور اُسکے علاوہ لائبریری سے کسی اور کو دلچسپی نہیں۔"

"اُس وقت وہ کیا کر رہا تھا۔"

"غالباً کچھ لکھ رہا تھا۔"

وہ لڑکی

"کیا وہ میز صرف اُسی کے استعمال میں رہتی تھی۔"

"ہاں...... وہ اسی کی میز تھی۔"

فریدی خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر اُس نے وہ دونوں خنجر نکال کر میز پر ڈال دیئے۔

خان بہادر ظہیر کے چہرے پر زردی پھیل گئی اور وہ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

دونوں ہم شکلوں کے چہروں پر مسکراہٹ تھی۔

"یہ دونوں خنجر میڈ غاسکر کے بنے ہوئے ہیں۔" فریدی نے کہا۔

''اور سو فیصدی میرے ہیں۔'' ہم شکلوں نے ایک ساتھ کہا۔

''صغیر...... میں پاگل ہو جاؤں گا۔'' خان بہادر یک بیک چیخ پڑا۔

''صبر...... صبر......!'' فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔

حمید کو حیرت ہو رہی تھی کہ اُن دونوں نے ایسی حالت میں بھی اپنا ڈھونگ ختم نہیں کیا۔

''اسی لئے......!'' فریدی انہیں گھور رہا تھا، اور پھر بولا۔ ''ڈی۔ ایس۔ پی کا خیال ہے کہ تمہیں حراست میں لے لیا جائے۔''

''ٹھیک ہے۔'' دونوں نے پُر اطمینان لہجے میں کہا۔ ''شبہے میں وہ ضرور مجھے گرفتار کر سکتے ہیں۔''

''میں تمہارے ہاتھ جوڑتی ہوں۔'' دادی جان بلبلا پڑیں۔ ''اب ختم بھی کرو یہ حماقت۔''

''تو یہ دونوں خنجر بھی ایک ساتھ ہی استعمال کئے گئے ہوں گے۔'' فریدی نے پوچھا۔

''پتہ نہیں......!'' دونوں نے جواب دیا۔

''تو پھر تمہیں اختر کے قتل کے الزام میں حراست میں لے لیا جائے۔''

''لیکن حقیقتاً میں نے اُسے قتل نہیں کیا۔'' اس بار پھر دونوں ساتھ ہی بولے۔ ''اگر مجھے قتل کرنا ہوتا تو اپنا خنجر استعمال نہ کرتا اور پھر میں اُسے قتل ہی کیوں کرنے لگا۔''

''خیر اس کا جواز میرے پاس موجود ہے۔ تم اُسے قتل کر سکتے تھے۔''

کمرے کے سارے لوگ فریدی کو گھورنے لگے۔ لیکن دونوں کی ظاہری حالت میں کوئی تبدیلی رونما نہ ہوئی۔

''صاف صاف کہو......!'' ظہیر خوفزدہ آواز میں بولا۔

فریدی اُسے کوئی جواب دیئے بغیر جگدیش کی طرف مڑا۔ ''ان سب کے بیانات قلم بند کئے جائیں گے۔''

جگدیش باہر چلا گیا۔

''یار یہ سب کیا ہو رہا ہے۔'' ظہیر ایک قدم آگے بڑھ کر آہستہ سے بولا۔

''پلیز خان بہادر...... ظہیر شاہد۔'' فریدی نے ہاتھ اٹھا کر خشک لہجے میں کہا۔

خود حمید کو فریدی کا کہنا بہت بُرا معلوم ہوا۔ ظہیر اور فریدی ایک دوسرے کے گہرے دوست

تھے اور اُن دونوں میں کافی بے تکلفی تھی۔ اُسے فریدی سے اس طرز گفتگو کی توقع نہ رہی ہوگی۔

ظہیر پھر اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

دفعتاً بیرونی برآمدے میں بھاری قدموں کی آواز سنائی دی اور ایک بھاری بھرکم نوجوان لڑکھڑاتا ہوا کمرے میں گھس آیا۔ اُس کی حالت بتا رہی تھی کہ وہ شراب پئے ہوئے ہے، فریدی نے اُسے نیچے سے اوپر تک دیکھا۔ وہ کمرے میں مجمع دیکھ کر دروازے کے قریب ہی رک گیا تھا۔

''کیا یہ سچ ہے۔'' اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں ظہیر کو مخاطب کیا۔

ظہیر نے اثبات میں صرف سر ہلا دیا، کچھ بولا نہیں۔

''آپ کی تعریف......!''

''یہ...... یہ...... میرے خالہ زاد بھائی شمس الحیات ہیں۔ پانچ دن قبل دہلی سے آئے ہیں۔'' ظہیر بولا۔

اتنے میں جگدیش ہیڈ محرر کو لے کر اندر آ گیا۔

''ظہیر صاحب کے علاوہ بقیہ حضرات باہر تشریف لے جائیں۔'' فریدی نے کہا۔

فریدی کے اس رویے کو ظہیر کے گھر کے لوگ حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ لیکن کوئی کچھ بولا نہیں۔

وہ ظہیر سے کافی دیر تک مقتول کے متعلق معلومات فراہم کرتا رہا۔ پھر بولا۔ ''ہوسکتا ہے کہ کسی نے صغیر اور اس کے ساتھی کو پھنسانے کے لئے ایسا کیا ہو۔ لیکن وہ بھی گھر ہی کا کوئی فرد ہوسکتا ہے۔''

ظہیر خاموشی سے فریدی کے چہرے پر نظریں جمائے رہا۔

''تم نے لاش دیکھی ہے۔ قاتل نے نہایت اطمینان سے اپنا کام کیا ہے۔ اس نے مقتول کی پشت میں خنجر مارے ہیں اور ساتھ ہی وہ اسے اس طرح سنبھالے بھی رہا ہے کہ وہ کرسی سے گر نہ سکے۔ یہ کام بہت اطمینان کا ہے اور یہ اطمینان کسی باہری کو نصیب نہیں ہوسکتا۔''

''میری الجھن دیوانگی کی حد تک بڑھتی جا رہی ہے۔'' ظہیر آہستہ سے بڑبڑایا۔ ''آخر گھر کا کوئی فرد یہ کرنے ہی کیوں لگا۔''

''کوئی خلش! کوئی پرخاش! تم کسی کے دل میں تو بیٹھے نہیں ہوئے ہو۔ بہتیرے لوگ کینہ

پرور ہوتے ہیں اور بلا کے شاطر بھی۔ مرتے دم تک یہ نہیں ظاہر ہونے دیتے کہ وہ کسی کی طرف سے کینہ بھی رکھتے ہیں۔"

"نہیں...... نہیں...... میری گھر میں کوئی ایسا نہیں ہے۔ سب اُسے چاہتے تھے۔" ظہیر مضطربانہ انداز میں بولا۔

"تو پھر مجبوری ہے۔" فریدی نے شانوں کو جنبش دے کر کہا۔ "صغیر کسی طرح نہ بچ سکے گا۔"

"صغیر...... یقیناً وہ دونوں پاگل ہیں۔" اُس نے پرخیال انداز میں کہا۔

"اگر پاگل نہ ہوتے تو آج انہیں ہوش آ گیا ہوتا۔"

"لائبریری سے ملی ہوئی کس کی خواب گاہ ہے۔"

"ایک سرے پر نعیمہ کا کمرہ ہے اور دوسرے سرے پر شمس کے لئے انتظام کیا گیا ہے۔"

"لیکن میرا خیال ہے کہ پچھلی رات کو شمس صاحب گھر میں نہیں تھے۔"

"ٹھیک ہے۔ کل رات وہ اپنے کسی دوست کے گھر پر تھا۔"

"اور ابھی واپس آئے ہیں۔"

فریدی چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

"نعیمہ کو بھیج دو۔"

ظہیر باہر چلا گیا۔ اُسی کے ساتھ ہی فریدی نے حمید کو بھی باہر جانے کا اشارہ کیا۔ حمید بھی اسی کے ساتھ باہر آیا۔ برآمدے میں دوسرے لوگ بھی تھے۔

"نعیمہ کہاں ہے؟" ظہیر نے اپنی بیوی سے پوچھا۔

"ابھی ابھی میں نے اُسے اختر کے کمرے میں دیکھا تھا۔" ظہیر کی سالی فوزیہ نے کہا۔ یہ بھی ظہیر ہی کے ساتھ رہتی تھی اور بی۔ ایس۔ سی کے دوسرے سال میں تھی۔

"ہم اختر کا کمرہ بھی دیکھیں گے۔" حمید بولا۔

"آیئے۔" ظہیر نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں ایک کمرے کے سامنے رک گئے۔

ظہیر نے دروازے کو دھکا دیا لیکن وہ اندر سے بند تھا۔ برابر کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ ظہیر

کھڑکی کی طرف جھپٹا۔

"ارے......!" اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا اور وہ احمقوں کی طرح حمید کی طرف دیکھنے لگا۔

حمید بھی آگے بڑھا۔

نعیمہ کمرے کے فرش پر بے حس وحرکت پڑی تھی۔ ظہیر نے اُسے پے در پے آوازیں دیں لیکن اُس میں جنبش بھی نہ ہوئی۔

"ارے تو کیا یہ بھی......!"

"گھبرایئے نہیں۔" حمید نے کہا۔ "وہ صرف بیہوش معلوم ہوتی ہیں۔"

پھر گھر کے سارے افراد اور پولیس آفیسر وہیں اکٹھا ہو گئے۔ دروازے کا شیشہ توڑ کر اندر کی چٹخنی گرائی گئی۔

نعیمہ ابھی تک بیہوش تھی۔

"اس کمرے میں تالا ڈال کر چابیاں اپنے پاس رکھو۔" فریدی نے جگدیش سے کہا۔

فوزیہ حمید کے قریب کھڑی تھی۔ حمید نے اُس کی آنکھوں میں عجیب طرح کی چمک دیکھی۔ حمید نے محسوس کیا کہ وہ حسین ضرور ہے، لیکن اس میں نسوانیت بہت کم ہے۔ اُس کے اعضاء مضبوط تھے اور چہرے پر زندگی آمیز توانائی کے آثار تھے۔ اس وقت گھر بھر میں اُسی کا چہرہ پررونق نظر آ رہا تھا اور شاید آج صبح بھی وہ اپنے لباس پر فیوم چھڑکنا نہیں بھولی تھی۔

نعیمہ کو دوسرے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ اب فریدی خان بہادر کے مہمان شمس الحیات کی طرف متوجہ ہوا۔

"غالباً آپ کا کمرہ لائبریری کے مشرقی سرے پر ہے۔" اس نے پوچھا۔

"جی ہاں......!"

"اور آپ پچھلی رات کو گھر پر نہیں تھے۔"

"جی نہیں۔"

"کہاں تھے؟"

شاید وہ اس سوال کے لئے تیار نہیں تھا، ہچکچا کر بولا۔ ''اور اگر میں نہ بتا سکوں تو۔''

''میں آپ کو مجبور نہیں کروں گا۔'' فریدی نے لاپروائی سے کہا اور دونوں ہم شکلوں کی طرف پلٹ پڑا۔

''وہ خنجر آپ کہاں رکھتے تھے۔''

''سوٹ کیس میں۔'' دونوں نے جواب دیا۔

''میں صرف آپ سے پوچھ رہا ہوں۔'' فریدی نے اُن میں سے ایک کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''کیا جواب آپ کے کانوں تک نہیں پہنچا۔'' دونوں تلخ لہجے میں بولے۔

''نعیمہ کی بیہوشی کی وجہ بتا سکتے ہو۔''

''میں ڈاکٹر نہیں ہوں۔'' دونوں مسکرا کر بولے۔

''ایک کو الگ لے جاؤ۔'' فریدی جھنجھلا کر جگدیش کی طرف مڑا۔

جگدیش اور ایک دوسرے سب انسپکٹر نے ان سے ایک کو پکڑا اور دھکیلتے ہوئے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھا لے گئے۔ دوسرا چپ چاپ وہیں کھڑا رہا۔

''اب یہ مذاق ختم کرو۔'' فریدی اُسے گھورتا ہوا بولا۔

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خاموشی سے فریدی کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ دفعتاً اُس کی پتلیاں اوپر کو چڑھنے لگیں جسم پر رعشہ طاری ہوا اور وہ لہرا کر زمین پر آ رہا۔

پھر جگدیش آتا ہوا دکھائی دیا۔

''وہ بیہوش ہو گیا۔'' اُس نے فریدی سے کہا۔ اور پھر چونک کر بولا۔ ''ارے یہ بھی۔''

فریدی نے جھک کر دیکھا۔ اس کے دانت بیٹھ گئے تھے اور وہ بھاری بھاری سانسیں لے رہا تھا۔

''بظاہر بیہوش ہی معلوم ہوتا ہے۔'' فریدی بولا۔

''دونوں بیہوش ہو گئے۔'' حمید ہنس پڑا۔

فریدی نے اُسے گھور کر دیکھا۔ خان بہادر ظہیر بہرحال اس کا دوست تھا اور اس کے گھر

میں ہونے والے حادثے کی وجہ سے گھر کی فضا پر ماتمی اثرات طاری تھے۔ فریدی کو اس کی ہنسی ناگوار گزری۔ حمید بھی جلدی سے سنبھل گیا۔

''یہ اس وقت تک ہوش میں نہیں آئیں گے جب تک کہ انہیں یکجا نہ کیا جائے۔'' اس نے کہا۔

''کیا مطلب......!''

''مجھے ایک بار اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔''

فریدی نے اُسے بھی اٹھوا کر ڈرائنگ روم میں بھجوا دیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد جگدیش نے آ کر اطلاع دی کہ انہیں سچ مچ ہوش آ گیا۔

ظہیر نعیمہ کے کمرے میں تھا۔ اُسے جب اس بات کی اطلاع ملی تو وہ دوڑ آیا۔

''بھئی اب تو صغیر کی حرکتیں برداشت کی حد سے گذر گئی ہیں۔'' اس نے بے بسی سے کہا۔

''سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' فریدی بولا۔ ''نعیمہ کیسی ہے۔''

''اُسے ہوش آ گیا ہے۔''

''کیا ایسی حالت میں ہے کہ اُس سے کچھ پوچھا جا سکے۔''

''میرے خیال سے تو ٹھیک ہی ہے۔''

وہ دونوں نعیمہ کے کمرے میں آئے۔ وہ ایک بڑے تکئے سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ فریدی کو دیکھتے ہی اُس نے آنکھیں جھکا لیں۔ اُس کے چہرے پر کچھ اس قسم کا اضمحلال تھا جیسے وہ برسوں سے بیمار ہو۔

''صبح تم ہوا خوری کے لئے گئی تھیں؟'' فریدی نے نرم لہجے میں پوچھا۔

''جی ہاں......!''

''کیا اسی دروازے سے۔'' فریدی نے اس دروازے کی طرف اشارہ کیا، جو لائبریری میں کھلتا تھا۔

''نہیں......!''

''رات کس وقت سوئی تھیں۔''

''گیارہ بجے۔''

"تمہیں اس کا علم تھا کہ اختر لائبریری میں موجود ہے۔"

"جی ہاں۔"

"کس طرح......!"

"دروازے کی درزوں سے لائبریری کی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔"

"اور تمہارے سونے کے وقت تک رہی۔"

"جی ہاں۔"

"لیکن تم نے یہ کیسے اندازہ لگایا کہ وہ اختر ہی تھا۔"

"بھائی جان اور اختر کے علاوہ رات کو لائبریری میں کوئی اور نہیں بیٹھتا تھا۔"

"کیا تم تھوڑی دیر کے لئے باہر جاسکتے ہو۔" فریدی نے ظہیر سے کہا۔

"یہ بھی میری بدنصیبی ہے کہ یہ کیس میرے سپرد کیا گیا ہے۔ تمہیں یقیناً مجھ پر غصہ آرہا ہوگا۔"

"نہیں بھئی۔" ظہیر بولا۔ "میں تمہارے فرائض کی ادائیگی میں حارج نہیں ہوسکتا۔"

ظہیر چلا گیا۔

"ہاں تو یہ تم کس طرح کہہ سکتی ہو کہ تمہارے سونے کے وقت تک ظہیر اور اختر دونوں ہی لائبریری میں موجود نہیں تھے۔"

"نہیں بھائی جان چلے گئے تھے۔"

"تم نے اٹھ کر دیکھا تھا۔"

"نہیں۔"

"پھر تم کو ان کے چلے جانے کے متعلق کس طرح معلوم ہوا تھا۔"

"میں نے اُن کی گفتگو سنی تھی اور پھر قدموں کی آوازیں۔"

"کیا تم بتا سکو گی کہ اُن میں کیا گفتگو ہوئی تھی۔"

"گفتگو سمجھ میں نہیں آئی تھی۔"

"تم یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہو کہ وہ ظہیر ہی کے قدموں کی آواز تھی۔"

نعیمہ کچھ سوچنے لگی۔ اس کے چہرے سے ظاہر ہورہا تھا جیسے وہ کسی الجھن میں پڑگئی ہو۔

"بات یہ ہے کہ ان کے جانے کے بعد میں نے درز سے جھانک کر دیکھا تھا۔" وہ ہچکچا کر بولی۔

"اس کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔"

"میرا سر چکرا رہا ہے۔" نعیمہ اپنی کنپٹیاں دبا کر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"لڑکی...... مجھے تم سے ہمدردی ہے۔" فریدی نرم لہجے میں بولا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم دل کھول کر رو بھی نہیں سکتیں۔"

دفعتاً نعیمہ کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں، چہرے کی زردی اور گہری ہوگئی۔

"میں سب کچھ جانتا ہوں۔ مجھے تم سے گہری ہمدردی ہے۔ ڈرو نہیں...... یہ بات مجھ تک ہی رہے گی۔"

نعیمہ ابل پڑی۔ رکے ہوئے آنسوؤں میں طغیانی آگئی تھی۔

"اس کی پشت میں دو خنجر پائے گئے ہیں اور یہ دونوں صغیر اور اس کے ہم شکل کے ہیں۔" فریدی نے کہا۔

وہ کچھ نہ بولی۔ فریدی تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر اس نے کہا۔ "تم اُس وقت اس کمرے میں کیوں گئی تھیں۔"

"یونہی، پاگل پن۔"

"تم دونوں کے متعلق کسی کو بھی علم تھا۔"

"میں نہیں جانتی...... کچھ نہیں جانتی۔ خدا کے لئے مجھے تنہا چھوڑ دیجئے۔"

"میں تمہیں پریشان کرنا نہیں چاہتا۔" فریدی نے آہستہ سے کہا اور اس کے کمرے سے چلا آیا۔

"نعیمہ کے پاس کسی کی موجودگی ضروری ہے۔" فریدی نے ظہیر سے کہا۔

"آخر کیوں۔"

"یونہی! بہر حال یہ ضروری ہے۔" فریدی نے کہا۔ "تم جانتے ہو کہ میں کوئی غیر ضروری بات نہیں کرتا۔"

پھر اُس نے شمس الحیات کو مخاطب کیا۔ "ہاں جناب! براہِ کرم اُس دوست کا نام اور پتہ بتائیے، جس کے یہاں آپ نے پچھلی رات گزاری تھی۔"

"مجبوری ہے۔"

"آپ قانون کو سختی پر مجبور نہ کریں تو بہتر ہے۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

دودھ کا پیالہ

تھوڑی دیر کے لئے سناٹا چھا گیا، وہ دونوں ہم شکل پھر برآمدے میں آ گئے۔ اُن کے چہروں پر بے اطمینانی نہیں تھی۔

شمس الحیات فریدی کو اپنی سرخ سرخ آنکھوں سے گھور رہا تھا۔

"بتا دیجئے نا۔" فوزیہ آہستہ سے بولی اور وہ نشے کی جھونک میں اُسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگا۔

"بولو شمس...... خدا کے لئے بولو۔" ظہیر نے جھنجھلا کر کہا۔ "تم سب مجھے پاگل بنائے دے رہے ہو۔"

"چلئے...... میں بتاؤں گا۔" شمس نے فریدی کو الگ چلنے کا اشارہ کیا۔

وہ دونوں ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ فریدی کو سچ مچ غصہ آ گیا تھا۔ وہ کافی ٹھنڈے دماغ کا آدمی تھا لیکن اس وقت اس کی اُلجھنیں بڑھ گئی تھیں۔ یہ حادثہ ایک ایسے آدمی کے گھر میں ہوا تھا جو اس کا بہترین دوست تھا اور وہ یہ بھی سمجھ چکا تھا کہ یہ حرکت گھر ہی کے کسی فرد کی تھی۔ ایسی صورت میں اُسے ایک طرف تو اپنے فرائض کا احساس تھا اور دوسری طرف اس دوستی کا خیال تھا، جو قریب قریب خاندانی تھی۔

فریدی اُسے ابھی تک گھورے جا رہا تھا۔

"میں...... دراصل......!" وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"میرے پاس فالتو وقت نہیں ہے۔" فریدی دانت پیس کر بولا۔

"آپ کو یقین نہ آئے گا۔"

"پھر وہی بکواس......!"

"میں نے رات منٹو پارک میں گزاری تھی۔"

"منٹو پارک میں۔" فریدی نے حیرت سے کہا۔

"جی ہاں......!"

"کیا کرتے رہے۔ مگر نہیں...... اس وقت تم نشے میں ہو۔ خیر جب تک تمہیں ہوش نہ آ جائے...... تم حراست میں رہو گے۔"

"میں نے شراب ضرور پی رکھی ہے، لیکن میں قطعی ہوش میں ہوں۔"

"فضول......!" فریدی باہر جانے کیلئے مڑا۔ "آپ بغیر اجازت کہیں جائیں گے نہیں۔"

اس پوچھ گچھ کے دوران میں حمید نے محسوس کیا کہ فریدی اُن دونوں ہم شکلوں کے بیہوش ہو جانے کے بعد سے انہیں قطعی طور پر نظر انداز کر رہا ہے۔

فرداً فرداً گھر کے سارے لوگوں کے بیانات قلم بند کئے جا چکے تھے۔ حمید یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ فریدی اُن سے مطمئن نہیں معلوم ہوتا۔ تھوڑی دیر بعد حمید نے جب انسپکٹر جگدیش کا روزنامچہ دیکھا تو ایک نئی بات معلوم ہوئی۔ وہ یہ کہ اُس میں نعیمہ کا بیان نہیں تھا...... اس کے متعلق اُس کے دل میں اُسی وقت سے خلش موجود تھی، جب اُس نے اُسے مقتول کے کمرے میں بیہوش دیکھا تھا۔ آخر اسی نے اختر کی موت سے اتنا اثر کیوں لیا تھا اور پھر وہ ایسے وقت میں اختر کے کمرے میں کیوں گئی جب کہ پولیس گھر میں موجود تھی۔ ایک نادان بچہ بھی ایسے مواقع پر محتاط ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ پولیس کی نظر گھر کے ایک ایک فرد پر تھی اور اُن میں سے کسی کا بھی بیان تشفی بخش نہیں تھا۔ خود حمید اُن میں سے کئی پر شبہے کی نظریں ڈال چکا تھا۔ دوسری طرف خود اختر کی موت کا معمہ اُسے اُلجھن میں ڈالے ہوئے تھا۔ آخر اس کی موت کس طرح واقع ہوئی۔ کیا واقعی وہ دونوں ہم شکل اس حادثے سے بے تعلق تھے۔ پھر اُن دونوں ہم شکلوں کا بیان جس میں انہوں نے دونوں خنجروں کو اپنی ملکیت تسلیم کر لیا تھا اور اُن کی شرارت اس خطرناک موقع پر

بھی برقرار تھی کیا وہ حقیقتاً شرارت تھی یا کوئی پراسرار سازش؟

گھر والوں نے ناشتہ نہیں کیا تھا۔ اب ایک بج رہا تھا۔ ضابطے کی کارروائی ختم ہو چکی تھی۔ فریدی نے شمس اور نعیمہ کے بیانات کو دوسری فرصت پر اٹھا رکھا تھا۔ جگدیش کو رخصت کرنے سے پہلے فریدی نے اُس سے تھوڑی دیر تک گفتگو کی۔ یہ گفتگو اُن دونوں ہم شکلوں کو حراست میں لینے کے متعلق تھی۔

"میں اسے مناسب نہیں سمجھتا" فریدی نے کہا۔ "تم اپنی ڈی۔ ایس۔ پی صاحب کو سمجھانے کی کوشش کرنا۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے اور تمہارے محکمے میں کسی قسم کی کوئی چپقلش ہو جائے۔"

"بہتر ہے۔" جگدیش بولا۔ "لیکن ..... آپ .....!"

"کیا.....؟"

"میں نے اس سے پہلے کسی موقع پر آپ کو اتنی الجھنوں میں نہیں دیکھا۔"

"تم میرے اور ظہیر کے تعلقات سے واقف ہو۔"

پھر جگدیش چلا گیا۔ گھر میں صرف دو کانسٹیبل رہ گئے۔ ایک مقتول کے کمرے کے دروازے پر تھا اور دوسرا لائبریری میں جہاں واردات ہوئی تھی۔

فریدی نے پھر نعیمہ کے کمرے کا رخ کیا۔ وہ تکیئے پر کہنیاں ٹیکے اور ٹھوڑی ہتھیلیوں پر رکھے ویران آنکھوں سے خلاء میں گھور رہی تھی۔ فریدی کو دیکھ کر اٹھ بیٹھی۔

"شمس سے اُس کے کیسے تعلقات تھے۔"

"تعلقات.....!" نعیمہ تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولی۔ "دونوں ایک دوسرے کو ناپسند کرتے تھے۔"

"ناپسندیدگی کی وجہ۔"

"میں نہیں جانتی۔" وہ کچھ جھنجھلا سی گئی۔

"میں جانتا ہوں کہ گھر بھر سے زیادہ تمہیں رنج پہنچا ہے۔ لیکن میں فرائض کی انجام دہی کے لئے مجبور ہوں۔"

نعیمہ پھر اُسے خوفزدہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"ہو سکتا ہے کہ اس کا قتل تمہاری ہی وجہ سے ہوا ہو۔"

"میری وجہ سے۔" نعیمہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

"ہاں کیا تم اسے کوئی اہمیت نہیں دیتیں۔"

"کیسے.....!"

"نعیمہ مجھے سب کچھ معلوم ہے۔"

"کیا معلوم ہے؟"

"تم اس کے ساتھ بھاگنے والی تھیں۔ تمہیں صغیر پسند نہیں تھا۔ تم اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھیں۔"

نعیمہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ پھر اچانک ہذیانی انداز میں بولی۔ "نہیں..... نہیں..... یہ غلط ہے۔ اختر کو صغیر نے قتل نہیں کیا۔ آپ غلط سوچ رہے ہیں۔"

"پھر اُن دونوں کے خنجر۔"

"کچھ..... نہیں..... کچھ بھی نہیں..... خدارا..... اس گھر کو تباہی سے بچایئے۔"

"تو پھر بتاؤ نا کہ شمس اور اختر کے تعلقات اچھے کیوں نہیں تھے۔"

"رشک اور حسد! دادی جان اختر کو چاہتی تھیں اور گھر کے سیاہ و سفید کا مالک وہی تھا۔"

"ہوں..... کل رات کو شمس گھر پر نہیں تھا۔" فریدی نے کہا۔ "تم جانتی ہو۔"

"نہیں۔"

فریدی کچھ دیر خاموش رہا پھر کچھ پوچھنے ہی والا تھا کہ نعیمہ بولی۔

"مجھے حیرت ہے کہ لائبریری میں یہ سب کچھ ہو گیا اور میری آنکھ نہ کھلی۔ مجھے کبھی گہری نیند نہیں آتی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ پچھلی رات مجھے غشی کی طرح نیند آئی ہے۔ بس دودھ پی کر لیٹی اور سو گئی۔"

"دودھ.....!" فریدی کی نظریں چینی کے ایک بڑے پیالے پر جم گئیں، جو نعیمہ کے سرہانے والی چھوٹی سی گول میز پر رکھا ہوا تھا۔

وہ تیزی سے میز کی طرف بڑھا..... پیالے کی تہہ میں تھوڑا سا منجمد دودھ باقی تھا۔ فریدی

نے پیالے کو اٹھا کر سونگھا پھر رکھ دیا۔ اس کی نظریں نعیمہ کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

''کیا تم نے اس میں افیون کی خفیف سی بو نہیں محسوس کی تھی۔''

''ہیک سی معلوم ہوئی تھی۔ لیکن میں نے اُسے کوئی اہمیت نہیں دی۔ کیا کہا؟ افیون تھی۔''

''سو فیصدی افیون۔ تم نے دودھ کی رنگت پر بھی غور نہیں کیا تھا۔''

''ہیک اور رنگت ہی نے مجھے یہ سمجھنے پر مجبور کردیا تھا کہ اُس میں دھواں لگ گیا ہے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے۔''

''غالباً مجرم یہ جانتا تھا کہ تمہاری نیند کھٹکے کی ہے۔''

نعیمہ کچھ نہ بولی۔ وہ حد درجہ متحیر نظر آ رہی تھی۔

''کل رات کو کمرے میں دودھ کون لایا تھا۔'' فریدی نے پوچھا۔

''گا گا......!''

''گا گا...... کون......!''

''نوکرانی ہے۔ دودھ روانہ ہی لاتی ہے۔''

''یہاں دودھ آنے کے بعد سے تم یہیں رہیں یا باہر بھی گئی تھیں۔''

''وہ عموماً دس بجے دودھ لاتی ہے کیونکہ میرے سونے کا وہی وقت ہے۔''

''باہر نہیں گئی تھیں۔''

''نہیں......!''

فریدی تھوڑی دیر تک کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر دودھ کا پیالہ اٹھا کر دروازے کی طرف بڑھا۔

''ٹھہریئے......!'' نعیمہ نے کپکپاتی آواز میں کہا۔

فریدی رک گیا۔

''کیا آپ مجھے بدنامی سے نہیں بچا سکتے۔''

''میں نے سوچا تو یہی ہے، لیکن دراصل اس کا دارومدار حالات پر ہے۔''

''میں برباد ہو چکی۔'' اس کی آنکھوں سے آنسو امنڈ پڑے۔ ''لیکن بدنام ہونے کے بعد زندہ رہنا میرے بس سے باہر ہو جائے گا۔''

''کیا اختر کے ساتھ فرار ہونے کی صورت میں تم بدنامی سے بچ جاتیں۔''

''وہ بھی پاگل پن تھا۔'' نعیمہ نے اپنا منہ چھپالیا۔

فریدی نے باہر آ کر اُس نوکرانی کو طلب کیا، جو نعیمہ کے لئے اُس کے کمرے میں دودھ پہنچایا کرتی تھی۔ فریدی نے اس سلسلے میں کسی کو کچھ نہیں بتایا کہ وہ پیالے کے متعلق کیوں پوچھ گچھ کر رہا ہے۔

''کل رات کا دودھ اتنا پک گیا تھا کہ اُس میں بو آ گئی تھی۔'' فریدی نے پوچھا اور حمید بوکھلا کر اُسے گھورنے لگا۔

''نہیں تو...... صرف ایک ابال کے بعد میں نے اُسے بٹیا کے کمرے میں پہنچا دیا تھا۔'' نوکرانی بولی۔

''دودھ کی رنگت کیسی تھی۔''

''جیسی ہوتی ہے۔''

''عورت! ٹھیک ٹھیک جواب دو۔'' فریدی جھنجھلا گیا۔ ''کیا تمہیں اس میں کچھ کچھ سیاہی محسوس ہوئی۔''

اُس نے اُسے ہر طرح اطمینان دلانے کی کوشش کی کہ دودھ کی رنگت معمول کے مطابق تھی۔ اُس نے یہ بھی بتایا کہ دودھ کراؤن ڈیری فارم کی سر بند بوتلوں میں آتا تھا اور اس نے اُسی وقت سیل توڑ کر دودھ کو پکنے کے لئے دیگچی میں ڈال دیا تھا۔

''کیا تم اُسے چھوڑ کر باہر گئی تھیں۔'' فریدی نے پوچھا۔

''نہیں...... میں شروع ہی سے باورچی خانے میں بیٹھی رہی تھی۔''

''تمہیں یقین ہے کہ اس دوران میں کسی اور نے دودھ کو ہاتھ نہ لگایا ہوگا۔''

ملازمہ کچھ سوچنے لگی۔ فریدی بغور اُس کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔

''میں اس کے متعلق یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتی۔''

''کیوں......؟'' فریدی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں نے تھوڑی دیر کے لئے پیالہ برآمدے میں چھوڑ دیا تھا۔''

"کیوں......؟"

"میں دودھ لے کر جا رہی تھی کہ فوزیہ بیٹا اچانک چلتے چلتے گر پڑیں اور ان کے دونوں گھٹنوں میں خراشیں آ گئیں۔ انہوں نے مجھ سے ٹنکچر آئیوڈین مانگا جو بڑی بیگم صاحبہ کے کمرے میں رہتی ہے۔ میں پیالہ وہیں چھوڑ کر ٹنکچر لینے دوڑی چلی گئی۔"

"وہ کہاں گری تھیں......؟" فریدی نے پوچھا۔

ملازمہ نے اُسے وہ جگہ دکھائی اور وہ میز جس پر اس نے دودھ کا پیالہ رکھا تھا۔

"پھر جب تم ٹنکچر لے کر واپس آئیں تو فوزیہ کہاں تھیں۔"

"اپنے کمرے میں۔"

"اور پیالہ......!"

"وہیں تھا جہاں وہ رکھ گئی تھی۔"

"تم نے اُن کے گھٹنے میں آنے والی خراشوں کو دیکھا تھا۔"

"جی ہاں......دونوں گھٹنوں پر کی بہت سی کھال ادھڑ گئی تھی اور خون رس رہا تھا۔"

"پھر تم نے وہ پیالہ نعیمہ کے کمرے میں پہنچا دیا۔"

"جی ہاں۔"

"ہوں......!" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "تم جا سکتی ہو۔"

پھر اُس نے ادھر اُدھر دیکھا۔ اُسے دراصل فوزیہ کی تلاش تھی۔ لیکن وہ دکھائی نہیں دی۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ اپنے کمرے میں ہے۔ فریدی اُسے بلوانے کی بجائے خود ہی اس کے کمرے کی طرف چل پڑا۔

فوزیہ کی پشت دروازے کی طرف تھی اور وہ کھڑکی پر دونوں کہنیاں ٹیکے باہر کی طرف دیکھ رہی تھی۔ فریدی کی آہٹ پر چونک کر مڑی۔

"میں آپ کو پھر تھوڑی سی تکلیف دینا چاہتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"فرمایئے......!"

"پچھلی رات آپ کس طرح گری تھیں۔"

"اوہ......وہ کچھ نہیں۔" فوزیہ جھینپی ہوئی مسکراہٹ کیساتھ بولی۔ "کس نے کہا آپ سے؟"

"بس یونہی تذکرتاً سنا ہے۔ کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ وہ کیلے کا چھلکا ہی تھا جس پر آپ کا پیر پھسلا تھا۔"

"جی نہیں......کیا کیجئے گا پوچھ کر۔" فوزیہ ہنس پڑی۔

"یہ بھی ضروری ہے......کیلے کا چھلکا۔"

"جی نہیں......غرارے کے پائینچے میں اٹک کر گری تھی۔"

"گرنے کے بعد آپ فوراً ہی اپنے کمرے میں چلی آئی ہوں گی۔"

"جی نہیں......کچھ دیر اٹھنے میں بھی لگی ہوگی۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"مطلب یہ کہ آپ نے اُس ملازمہ کا انتظار برآمدے میں نہ کیا ہوگا جسے ٹنکچر لینے کو بھیجا تھا۔"

"نہیں میں کمرے میں چلی آئی تھی۔" وہ دفعتاً سنجیدہ ہو کر بولی۔ "کیا بات ہے۔"

"بہت ہی خاص بات ہے۔ ہاں تو ملازمہ اندازاً کتنی دیر بعد واپس آئی ہوگی۔"

"دو یا تین منٹ تو ضرور ہی لگے ہوں گے۔"

"اُس وقت برآمدے میں آپ دونوں کے علاوہ کوئی اور بھی تھا۔"

"میرے خیال سے تو نہیں۔"

"یہ شمس صاحب کیسے آدمی ہیں۔"

"زیادہ اچھے تو نہیں......لیکن اتنے بُرے بھی نہیں کہ کسی کو قتل کر دیں۔"

"میرا یہ مطلب نہیں۔ کیا وہ ہر وقت نشے میں ہوتے ہیں۔"

"میں نے تو عموماً انہیں نشے ہی میں دیکھا ہے۔"

"گھر میں کوئی افیون بھی استعمال کرتا ہے۔"

وہ پھر ہنس پڑی۔

"میں سنجیدگی سے پوچھ رہا ہوں۔"

"دادی جان۔"

"سنا ہے دادی جان اختر کو بہت چاہتی تھیں۔"

"جی ہاں...... لیکن...... افیون......!"

"پچھلی رات نعیمہ نے جو دودھ استعمال کیا تھا اس میں افیون ملی ہوئی تھی۔"

"ہوسکتا ہے دادی جان اُسے بھی افیونی بنانا چاہتی ہوں۔" فوزیہ نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

"جی نہیں...... غالباً اختر کے قاتل نے اسی میں بہتری سمجھی ہو کہ نعیمہ کو بیہوش کردے کیونکہ عموماً اُسے گہری نیند نہیں آتی اور اُسے یہ تو معلوم ہی رہا ہوگا کہ شمس رات کو اپنے کمرے میں نہیں ہوگا۔"

فوزیہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے فریدی کو دیکھ رہی تھی۔

"جس وقت آپ نے نوکرانی کو ٹنکچر کے لئے کہا تھا اس کے ہاتھ میں دودھ کا پیالہ تھا اور وہ اُسے وہیں میز پر رکھ کر چلی گئی تھی۔"

"میں نے دھیان نہیں دیا تھا۔" فوزیہ نے کہا۔ "اوہ...... میرے خدا تو کیا اُن دونوں پاگلوں نے۔"

"کیا وہ دونوں انہیں کے خنجر نہیں تھے۔" فوزیہ بولی۔

"تھے کیوں نہیں...... لیکن وہ اتنے احمق بھی نہیں معلوم ہوتے کہ اپنے خنجر کسی لاش میں چھوڑ جائیں اور پھر خود ہی اس بات کا اعتراف کر چکے ہیں کہ وہ خنجر انہیں کے ہیں۔"

"پھر مجھے تو کم از کم اس گھر میں کوئی ایسا نظر نہیں آتا جو اختر کو ختم کردینے کی فکر میں رہا ہو۔" فوزیہ بولی۔

"ممکن ہے یہ حرکت کسی باہری کی ہو۔"

"ناممکن......!" فوزیہ بولی۔ "کوئی باہری آدمی اس کی ہمت نہیں کرسکتا اور پھر آپ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ نعیمہ کو اسی لئے افیون دی گئی تھی کہ قاتل اپنا کام بے کھٹکے ہوکر کرسکے۔"

"نہ آپ یہ تسلیم کرتی ہیں اور نہ وہ۔"

"عقل چکر میں ہے۔" فوزیہ اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

پھر فریدی نے اُس سے مزید سوالات نہیں کئے۔

پھانسی کی خواہش

آنکھ کھلتے ہی حمید نے جھلا کر تین بار لاحول پڑھی اور پھر دونوں کان دبا کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر توبہ کیجئے۔ ٹیلی فون کی گھنٹی کی آواز اب بھی اس کے کانوں کے پردوں سے ٹکرا رہی تھی اور وہ سوچ رہا تھا کہ جب عورتوں سے پردہ اٹھ گیا تو کانوں کے پردوں کی موجودگی کیا معنی رکھتی ہے۔ کاش کان کا پردہ ٹیلی فون کے موجد کی عقل پر پڑ گیا ہوتا...... مگر یہ سب کچھ سوچنے کے بعد بھی ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی رہی...... حمید جھنجھلا کر اٹھ بیٹھا۔ پھر اُس نے بلند آواز میں دو تین بار ٹیلی فون کے موجد کی ماں بہن کی عزت افزائی کی اور جو ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا ہے تو غصے کے مارے بھیجا تک کانپنے لگا۔ دو آدمی بیک وقت "ہیلو...... ہیلو" کررہے تھے۔

"فریدی صاحب ہیں۔" دو آوازیں سنائی دیں۔

"جہنم میں گئے۔" حمید حلق پھاڑ کر چیخا۔

"کب آئیں گے۔"

"جہنم سے کبھی کوئی واپس نہیں آیا ہے۔" حمید بگڑ کر بولا۔

"معاف کیجئے گا......!" آوازیں آئیں۔ "میں سمجھا شاید سرکاری آدمی ہونے کی وجہ سے۔"

"شٹ اپ......!" حمید چیخا۔

"بہت بہتر......!"

سلسلہ منقطع ہوگیا۔

حمید نے پلنگ پر بیٹھ کر کھوپڑی سہلانی شروع کردی۔ ٹیلی فون کی گھنٹی پھر بج رہی تھی۔ اب کی حمید نے ٹیلی فون کے موجد کی دادی اور نانی تک بات پہنچادی۔

"ہیلو......!" اُس نے ریسیور اٹھا کر جھٹکے دار آواز میں کہا۔

"معاف کیجئے گا۔" اس بار پھر دو آوازیں سنائی دیں۔

"نہیں معاف کروں گا۔" حمید چیخ پڑا۔ "میں نے تم دونوں کی گرفتاری کا انتظام کرلیا ہے۔"

"دونوں...... پھر وہی دونوں۔ خدا تمہیں غارت کرے۔"

"بکواس بند کرو۔" حمید نے چیخ کر کہا۔

"کیا؟" دونوں نے کہا۔ "معاف کیجئے گا سنا نہیں۔"

"میں کہتا ہوں بکواس بند کرو۔" حمید اتنی زور سے چیخا کہ آواز پھٹ گئی۔

"پھر نہیں سنا! کیا آپ زور سے نہیں بول سکتے۔"

"ہاں تمہاری......!" حمید نے ریسیور میز پر پٹخ دیا۔

وہ ان دونوں ہم شکلوں سے تنگ آ گیا تھا اور کل سے یہی سوچ رہا تھا کہ ان کی حجامت کس طرح بنائے، لیکن کوئی معقول تدبیر ابھی تک نہیں سوجھی تھی۔

فریدی رات سے غائب تھا۔ اس کی عدم موجودگی میں حمید اُسی کے کمرے میں سو گیا تھا۔ لیکن اب سوچ رہا تھا کہ اُس سے بڑی بھاری غلطی سرزد ہو گئی تھی۔ اگر وہ اپنے کمرے میں سوتا تو اتنے سویرے کیوں اٹھنا پڑتا۔ حالانکہ اُس کے سونے کے کمرے اور فریدی کے بیڈ روم میں ایک ہی دیوار حائل تھی، لیکن اگر وہ اپنے کمرے میں سویا ہوتا تو فریدی کے کمرے میں رکھے ہوئے فون کی گھنٹی اُسے نہ جگا سکتی۔

اُس نے ریسیور کو میز ہی پر پڑا رہنے دیا اور اٹھ کر باہر چلا گیا۔

سورج طلوع ہو رہا تھا۔ شاید حمید نے کئی ماہ بعد سورج طلوع ہونے کا ناگوار منظر دیکھا تھا۔ اس لئے اس نے زیادہ دیر تک اُس سے طبیعت بیزار کرنا مناسب نہ سمجھا۔

بیرونی برآمدے میں آ کر اُس نے دیکھا کہ فریدی ایک دیسی کتے کو کچے گوشت کے پارچے کھلا رہا ہے۔

"کیوں؟ کیا اب دیسی کتوں سے بھی شوق فرمایا جائے گا۔" اس نے بوکھلا کر کہا۔

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ کتے کو انہماک سے دیکھ رہا تھا جو اپنا سر جھٹک جھٹک کر ایک بڑے سے پارچے کو نگلنے کی کوشش کر رہا تھا۔

فریدی نے ایک دوسرے پارچے پر ڈاک کا ایک ٹکٹ چپکایا اور کتے کے آگے ڈال دیا۔

وہ پہلا پارچہ اُگل کر اس کی طرف لپکا۔

"ہائیں......!" حمید اچھل کر بولا۔ "آپ کی طبیعت تو اچھی ہے نا۔"

"بکو مت!" فریدی کرسی کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "بیٹھ جاؤ۔"

کتا ٹکٹ لگا ہوا پارچہ کھا چکنے کے بعد اگلے ہوئے ٹکڑے کو چبانے لگا۔

فریدی دوسرے پارچے پر ٹکٹ چپکا رہا تھا۔

"اے پروردگار......" حمید آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ "یہ خواب ہے یا بیداری...... میں زندہ ہوں یا مردہ......!"

"کیا بک رہے ہو۔" فریدی نے کہا۔

"ارے یہ ٹکٹ کیوں...... کیا ویسے پارچہ بیرنگ ہو جائے گا۔ ابے او کتے تو کتا ہے یا پوسٹ ماسٹر۔"

کتے نے اس کی مطلق پرواہ نہ کی۔ ممکن ہے اس نے سوچا ہو کہ آدمی بھونکا ہی کرتے ہیں۔

"مت ٹائیں ٹائیں کرو۔" فریدی بڑبڑا کر رہ گیا۔

اس نے پھر ایک پارچہ پھینکا۔ کتے نے اُسے اوپر ہی اوپر روک کر چبانا شروع کر دیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کے منہ سے ایک تیز قسم کی آواز نکلی، جو بتدریج کم ہوتی گئی اور ساتھ ہی ساتھ اس کے اگلے پیر بھی آگے کی طرف پھیلتے گئے۔ وہ دونوں پیروں کے درمیان سر رکھے پلکیں جھپکاتا ہوا خاموشی سے مر رہا تھا۔

فریدی جھک کر اُسے دیکھنے لگا۔

"ٹھنڈا ہو گیا۔" اس نے سیدھے کھڑے ہو کر کہا۔

حمید کا عجیب عالم تھا۔ کبھی وہ فریدی کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی کتے کی طرف۔

فریدی کے ہاتھ میں تین ٹکٹ اور تھے...... اس نے انہیں احتیاط سے جیب میں رکھ لیا۔

"یہ کیا ہوا......!" حمید نے احمقوں کی طرح پوچھا۔

"دکھائی نہیں دیتا۔"

"دکھائی دیتا ہے...... لیکن اس کی روانگی بذریعہ رجسٹری ہوئی ہے یا ہوائی ڈاک سے۔ آخر آپ مجھے اُلو کیوں سمجھتے ہیں۔ کیوں جان لی اس غریب کی۔"

''اسی طرح بیچارہ اختر بھی۔''

''کیا......؟'' حمید پھر اچھل پڑا۔

''ہاں حمید صاحب۔ اس کی موت کا باعث بھی ایک ٹکٹ ہی ہوا ہے۔''

''یعنی......!''

''تمہارا سر......اتنی معمولی معمولی باتوں کی وضاحت مت چاہا کرو۔''

''بخدا میں نہیں سمجھا۔''

''کیا تمہیں وہ لفافہ یاد نہیں، جو مقتول کے ہاتھ کے نیچے دبا ہوا ملا تھا۔''

''اُسے تو میں بالکل ہی بھول گیا تھا۔''

''لفافے کا وہ حصہ ہاتھ کے نیچے تھا جس پر ٹکٹ چپکا ہوا تھا۔ غالباً اس نے ٹکٹ کو زبان پر رکھ کر نم کیا ہوگا اور پھر اُسے چپکاتے ہی چپکاتے ختم ہوگیا۔''

''زہر......!'' حمید آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ ''اتنا سریع الاثر۔''

''اس کتے کی موت تو دیکھ ہی چکے ہو۔ دیکھو نا......اس پارچے کو کچلتے ہی کچلتے اس کی موت واقع ہوگئی۔ حلق کے نیچے اتارنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ ٹکٹ کے پیچھے لگی ہوئی گوند زہریلی ہے۔''

''کون سا زہر ہوسکتا ہے۔''

''پوٹاشیم سائینائیڈ......!'' فریدی نے کہا۔ ''اس سے زیادہ سریع الاثر زہر دنیا میں کوئی اور نہیں۔ زبان پر رکھا اور بیڑا پار......اختر کی لاش کی پوسٹ مارٹم رپورٹ بھی یہی کہتی ہے کہ موت پوٹاشیم سائینائیڈ ہی سے واقع ہوئی ہے۔''

''یہ ٹکٹ تھے کہاں۔''

''اسی میز پر جہاں اُس کی لاش پائی گئی تھی۔''

''اور پوسٹ مارٹم کی رپورٹ ملنے سے پہلے ہی آپ نے ان ٹکٹوں پر قبضہ کرلیا تھا۔''

''قطعی......!''

''آپ کا ذہن ادھر پہنچا کیسے تھا۔''

''نہایت آسانی سے۔ یہ تو پہلے ہی ثابت ہو چکا تھا کہ موت خنجروں سے نہیں ہوئی تھی۔ پھر وہ کوئی زہر ہی رہا ہوگا۔ لیکن اس موت میں بھی لاش کی وہ حالت نہ ہونی چاہئے تھی جس میں ہم نے اُسے پایا، کیونکہ پوٹاشیم سائینائیڈ کے علاوہ ہر زہر تھوڑی دیر تک تڑپاتا ضرور ہے۔ لفافہ برآمد ہوتے ہی میرا ذہن پوٹاشیم سائینائیڈ کے امکانات پر غور کرنے لگا تھا۔''

''اس لفافے میں کیا تھا؟''

''ایک خط، جو اس نے اپنے کسی دوست کو لکھا تھا۔ اُسی خط کے ذریعہ مجھے معلوم ہوا کہ وہ اور نعیمہ فرار ہوکر اُس دوست تک پہنچنے والے تھے۔''

''میں تو کہتا ہوں کہ یہ انہیں دونوں مردودوں کی حرکت ہے۔'' حمید بولا۔

''وہ اتنی دیدہ دلیری کے ساتھ قانون کو بے بس کرسکتے ہیں، قتل کی بھی ہمت رکھتے ہوں گے۔''

''فرزند من......!'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''پوٹاشیم سائینائیڈ استعمال کرچکنے کے بعد خنجروں والی حماقت کی کیا ضرورت تھی۔''

''ہمیں اُلو بنانے کے لئے۔ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اگر ہم مجرم ہوتے تو لاش میں اپنے خنجر چھوڑنے کی حماقت کبھی نہ کرتے۔''

''خوب......!'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''آج کل کافی عقل مند ہو رہے ہو۔''

''اب آپ پوچھیں گے کہ انہیں یہ ظاہر کرنے کی ضرورت ہی کیوں محسوس ہوئی کہ اُن کا تعلق اس قتل سے ہے۔''

''ضرور پوچھوں گا۔'' فریدی ہنس کر بولا۔

''ظاہر ہے کہ انہوں نے اُسے اسی لئے قتل کیا کہ وہ اس کے ساتھ بھاگ رہی تھی۔ تفتیش میں اگر یہ بات ظاہر ہوجاتی تو اُن دونوں پر ضرور شبہ کیا جاتا۔ لہٰذا انہوں نے علی الاعلان خود ہی خنجر لگا کر ہمیں شبہ ہی نہیں بلکہ یقین کرلینے کی دعوت دے دی۔ اس طرح ہم اس الجھن میں پڑسکتے ہیں کہ ممکن ہے کسی اور نے انہیں پھنسانے کے لئے ان کے خنجر استعمال کئے ہوں۔''

''بہت اچھے......تم یقیناً سوچنے کی عادت ڈال رہے ہو۔'' فریدی بولا۔

''کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔''

"نہیں......تمہارے دلائل مان لینے کے قابل ہیں۔"

"پھر......؟"

"پھر کیا......؟"

"ان دونوں کو حراست میں لے لیا جائے۔"

"لیکن......شمس کے لئے کیا کرو گے۔" فریدی بولا۔ "کیونکہ ابھی تک اس نے گھر سے غائب رہنے کی کوئی معقول وجہ نہیں بتائی۔ لیکن وہ تمہاری نظروں میں مشتبہ نہیں ہے۔"

"اسی حد تک......!" حمید نے کہا۔ "جہاں تک اُس کے اس بے تکے بیان کا تعلق ہے کہ اس نے وہ رات منٹو پارک میں گزاری تھی۔ وہ ہمیں ابھی تک نشے ہی کی حالت میں ملا ہے۔ اس لئے اس کے بیان کی کوئی اہمیت ہی نہیں رہ جاتی۔ ایسی صورت میں اگر وہ منٹو پارک کے بجائے سعادت حسن منٹو پارک کا بھی حوالہ دے تو آپ کو بُرا نہ ماننا چاہئے۔"

فریدی مسکرانے لگا......پھر اُس نے ہنس کر کہا۔ "تم اب بھی صبح اٹھنے کے فوائد کے قائل نہ ہو تو تم پر تین حرف۔"

حمید ضرورت سے زیادہ سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

"اگر آپ تسلیم کئے لیتے ہیں کہ وہ گھر میں نہیں تھا تو آپ کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ نعیمہ کے دودھ میں افیون اس نے نہیں ملائی تھی۔ پھر اس سے تو آپ انکار کر ہی نہ سکیں گے کہ سازش کا تعلق ایک سے زیادہ آدمیوں سے ہے۔"

"تم یہ بھی ٹھیک کہہ رہے ہو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"پھر آپ انہیں حراست میں کیوں نہیں لیتے۔"

"نہ لینے میں کیا حرج ہے ظاہر ہے کہ وہ کہیں جا تو سکتے ہی نہیں کیونکہ ان کے پاسپورٹ میرے پاس ہیں۔"

"لیکن میرا بھیجا تو کھا سکتے ہیں صبح سے فون کر کر کے دماغ خراب کر دیا سالوں نے۔"

"کیا کہہ رہے تھے۔"

"کچھ نہیں......فضول بکواس۔ آپ کو پوچھا تھا۔" حمید نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ پھر

چونک کر بولا۔ "یہ تو بتائیے! کیا آپ کی دانست میں مجرم کو یہ یقین تھا کہ مرنے والا رات کو کوئی خط ضرور لکھے گا اور پھر یہ بھی ضروری نہیں تھا کہ وہ رات ہی کو اُسے لفافے میں بند کر کے ٹکٹ بھی چپکا دیتا۔ آخر اس نے ٹکٹ ہی کو کیوں زہر آلود کیا؟"

"میں اسی پر غور کر رہا ہوں۔" فریدی نے کہا "اور اب اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس نے اور ذرائع بھی استعمال کئے ہوں گے۔ نعیمہ کے دودھ میں افیون ملانے کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ مجرم کو اپنی کامیابی کا سو فیصدی یقین تھا......اور ظاہر ہے کہ وہ یقین محض ٹکٹ کی بناء پر نہیں ہوسکتا۔"

"ہوسکتا ہے اس نے اختر کے استعمال میں آنے والی دوسری چیزوں کو بھی زہر آلود کیا ہو......مثلاً......اوہ حمید صاحب۔ میں اُس صراحی کو تو بھول ہی گیا جو اُسی میز کے قریب رکھی ہوئی تھی۔ یہ بھی اچھا ہی ہوا کہ میں نے لائبریری کو مقفل کرا دیا تھا۔"

"اچھا افیون کے متعلق کیا خیال ہے؟"

"اگر افیون اس ملازمہ نے نہیں ملائی تو وہ اس وقت دودھ میں ڈالی گئی جب وہ پیالے کو برآمدے میں چھوڑ کر ٹنکچر آیوڈین لینے چلی گئی تھی۔"

"ظہیر صاحب کی دادی افیون کی عادی ہیں۔" حمید بولا۔

"تو اس سے کیا......؟"

"مطلب یہ کہ شاید انہیں کی افیون استعمال کی گئی ہو۔"

"کیا وہ خود ہی استعمال نہیں کر سکتیں۔"

"اچھا کیا اُن پر بھی شبہ ہے۔" حمید بولا۔

"کیوں نہیں......جب شکوک کے اسباب موجود ہوں تو شبہ نہ کرنا بھی کفر ہے۔"

"یعنی......!"

"اگر تمہارا یہ خیال صحیح ہے کہ وہ دونوں قاتل ہیں تو اس معاملے میں دادی ہی اُن کی مددگار ہوسکتی ہے۔ یہ دادی ہی کی خواہش تھی کہ صغیر کی شادی نعیمہ سے ہو۔ فرض کرو کسی طرح اُسے یہ علم ہو گیا ہو کہ نعیمہ اختر کے ساتھ فرار ہو رہی ہے لہٰذا اختر کی احسان فراموشی پر غصہ آنا لازمی ہے۔"

فریدی خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "مگر یار یہ پوٹاشیم سائینائیڈ......

آخر مجرم نے اسے کس طرح حاصل کیا۔ عام زہروں کی طرح وہ آسانی سے نہیں دستیاب ہوتا۔"

حمید بھی کسی سوچ میں پڑ گیا۔ فریدی نے ایک نوکر کو بلا کر مردہ کتے کے متعلق کچھ ہدایات دیں اور پھر وہ دونوں اندر چلے گئے۔

میز پر شہر کے سارے روزنامے بکھرے ہوئے تھے۔ ناشتے کے دوران میں وہ دونوں انہیں الٹتے پلٹتے رہے۔ خان بہادر ظہیر کے یہاں ہونے والے حادثے کے متعلق طرح طرح کی قیاس آرائیاں ہوئی تھیں، لیکن کسی اخبار نے بھی موت واقع ہونے کی صحیح وجہ نہیں لکھی تھی۔ صرف اُن دونوں خنجروں کے سلسلے میں انواع و اقسام کی بحثیں تھیں۔ ظہیر کے خاندان میں دو ہم شکلوں کی موجودگی اور اُن کے یکساں عادات و اطوار کی داستان بھی شائع ہوئی تھی اور قتل کے متعلق ساری بحثوں کا مرکزی خیال وہی دونوں تھے۔

"یہ تم نے ریسیور میز پر کیوں ڈال دیا ہے۔" فریدی نے فون کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"اس وقت وہ دونوں بیڈ روم ہی میں ناشتہ کر رہے تھے۔ فریدی نے اٹھ کر ریسیور فون پر رکھ دیا۔"

"فون کی گھنٹی کا شور مجھے پسند نہیں۔" حمید نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

فریدی نے اسے گھور کر دیکھا لیکن کچھ بولا نہیں۔

تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بجی۔

"ہیلو.....!" فریدی نے ریسیور اٹھالیا۔

"کون صاحب بول رہے ہیں۔" دوسری طرف سے دو آوازیں سنائی دیں۔

"فریدی.....!"

"اوہ..... آخر آپ نے ڈس کنکٹ کیوں کر رکھا ہے۔ ایک گھنٹے سے کوشش کر رہا ہوں۔"

"کہیے..... کیا بات ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"خدارا مجھے حراست میں لے لیجیے۔" دو آوازیں آئیں۔

"کیوں.....؟"

"گھر والوں نے پریشان کر ہی رکھا تھا اب اخبار والے بھی پیچھے پڑ گئے۔ سب نے مجھے دولکھا ہے کوٹھی کے سامنے خلقت کا اژدھام ہے، جو مجھے دیکھنے کیلئے بے قابو ہے۔ یا تو ان سب

سے میرا پیچھا چھڑائیے یا پھر میرے خلاف جلد سے جلد جرم ثابت کر کے مجھے پھانسی دلوا دیجیے۔"

اور وہ تصویر

حادثے کے تیسرے دن فریدی نے شمس الحیات کو مقفل کمرے سے نکالا۔ اس نے اُسے پچھلی رات کو ایک کمرے میں بند کر دیا تھا تا کہ اسے شراب نہ مل سکے۔ اُس نے یہ سب اپنی ہی کوٹھی میں کیا تھا۔ وہ اسے تفریح کے بہانے ظہیر کے یہاں سے لایا تھا۔ اس وقت بھی وہ شراب پیے ہوئے تھا۔

جیسے ہی فریدی نے اُسے کمرے سے نکالا اُس کے منہ سے مغلظات کا طوفان امنڈ پڑا۔

جب وہ اچھی طرح بک چکا تو فریدی مسکرا کر بولا۔

"میرا احسان مانو کہ میں نے تمہیں ایک بہت بڑی ذلت سے بچالیا۔ کیا تمہیں سچ مچ حوالات ہی پسند ہے۔"

"حوالات....." شمس چیخ کر بولا۔ "کیسی حوالات! تم مجھے دھونس میں نہیں لے سکتے۔"

"دھونس کی ایک ہی رہی۔" حمید ہنس پڑا۔ "یار تم بھی اپنے نام ہی کی طرح عجیب معلوم ہوتے ہو۔ تمہارا نام شمس الحیات نہ جانے کیوں ہے؟ تمہیں تو ہفت تلخیات (Seven Bitter) ہونا چاہیے تھا۔"

"میں ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ کر دوں گا۔"

"اس میں بہت عرصہ لگے گا۔" حمید نے کہا۔ "لیکن یہ ضرور ہے کہ خود تمہارا وارنٹ گرفتاری ناقابل ضمانت بھی ہو سکتا ہے۔"

قبل اس کے کہ شمس الحیات کچھ کہتا فریدی اُسے مخاطب کر کے بولا۔

"دوشنبہ کی رات کو تم کہاں تھے؟"

شمس اُسے کچھ دیر تک گھورتا رہا پھر اس نے جھلا کر کہا۔ "کتنی بار بتاؤں کہ منٹو پارک میں تھا۔"

"کیوں......؟" فریدی کی آنکھیں اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"میں نہیں بتا سکتا۔"

"تب تم جھوٹے ہو۔"

"یہی سہی۔" شمس لاپروائی سے بولا۔ "میرے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ میں سچا ہوں۔"

"تب تو مجبوراً......" فریدی نے ٹیلی فون کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

شمس الحیات کی جماہی درمیان ہی سے ختم ہوگئی۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر فون کی طرف دیکھ رہا تھا۔ فریدی نے اپنی انگلی ڈائل پر رکھی ہی تھی کہ اس نے کہا۔

"ٹھہریئے۔"

فریدی ریسیور اٹھائے ہوئے اس کی طرف مڑا۔

"ایک شرط ہے۔" شمس پھر بولا۔

"کیا...... ؟" فریدی نے کہا۔ اس کی انگلی ابھی تک ڈائل ہی پر تھی۔

"آپ وہ بات اپنے ہی تک رکھیں گے۔"

"بات کی نوعیت معلوم کیے بغیر میں کوئی وعدہ نہیں کرسکتا۔"

"تو جانے دیجیے۔"

"شمس ایک بار پھر سمجھ لو۔" فریدی سنجیدگی سے بولا۔ "محض ظہیر کی خاطر میں وہ طریقے اختیار کرنے سے اجتناب کر رہا ہوں جس سے اسکے خاندان کی بدنامی ہو۔ اگر تم حوالات میں بند ہوئے تو تمہارا نام معہ ولدیت اور سکونت اخبارات میں ضرور شائع ہوگا اور تم تو یہ جانتے ہی ہو کہ مجھے اپنا فرض ہر حال میں ادا کرنا ہے۔ میں اپنے فرائض پر دوستی یا تعلقات کو ترجیح نہیں دے سکتا۔"

شمس تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر ہچکچاتا ہوا بولا۔

"میں ایک لڑکی کا انتظار کر رہا تھا۔"

"ویری فائین......!" حمید اسے تعریفی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"تو کیا تم رات بھر اس کا انتظار کرتے رہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"ہاں...... اُس نے بارہ سے تین بجے کا وقت دیا تھا۔"

"خوب......!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "منٹو پارک میں...... بارہ سے تین بجے رات تک کا وقت۔"

"میں کہہ رہا تھا کہ میں اپنی صداقت کا کوئی ٹھوس ثبوت نہ پیش کرسکوں گا۔" شمس بڑبڑایا "کیونکہ وہ خط بھی ٹائپ کیا ہوا تھا اور تصویر...... تصویر بھی آسانی سے حاصل کی جاسکتی ہے۔"

پھر اس نے فریدی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "پھنس گیا...... میں بُری طرح پھنس گیا فریدی صاحب۔"

"کیا تم بغیر پیئے بھی بہکنے لگتے ہو۔" فریدی نے پوچھا۔

"میں بہک نہیں رہا ہوں۔" شمس اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔ "مجھ پر یقیناً شبہ کیا جاسکتا ہے۔ میرے اور اختر کے تعلقات اچھے نہیں تھے۔ حادثے سے ایک روز قبل میری اس سے لڑائی بھی ہوگئی تھی۔"

"کس بات پر......؟"

"بس یونہی! اُس میں ایک خاص عادت تھی۔ جب بھی وہ لڑکیوں میں بیٹھتا اور میں بھی موجود ہوتا تو مجھے تختہ مشق بنانے کی کوشش کرتا تھا۔"

"کیا اس دن بھی اس نے یہی حرکت کی تھی۔"

"جی ہاں۔"

"کون کون موجود تھا۔"

"نعیمہ، فوزیہ اور ان کی تین سہیلیاں۔" شمس نے کہا۔ "اور میں نہایت بے باکی سے اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ اگر نعیمہ اور فوزیہ درمیان میں نہ آجاتیں تو میں اس کا گلا ضرور گھونٹ دیتا۔"

"تمہیں گھر میں اس کی مقبولیت بھی ناپسند تھی......؟" فریدی نے پوچھا۔

"مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ میرا گھر نہیں۔"

"تم اکثر ظہیر کے یہاں آتے رہتے ہو۔"

"جی ہاں اور اکثر زیادہ دنوں تک بھی قیام کرتا ہوں۔"

''کوئی خاص دلچسپی۔''

''میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔''

''مطلب یہ کہ...... خیر مجھے اس سے بحث نہیں۔ ہاں وہ لڑکی کون ہے۔ جس نے تمہیں منٹو پارک میں بلایا تھا۔''

''آپ نے پھر وہی سوال کیا......؟'' شمس کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''کیا آپ یقین کریں گے کہ میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔''

یک بیک حمید اور فریدی دونوں کی دلچسپی بڑھ گئی۔

''یقین کیا جاسکتا ہے۔'' فریدی آہستہ سے بولا۔

''تو سنئے...... میں نے اُسے کبھی نہیں دیکھا۔ البتہ اس دوران میں مجھے اس کے تین خطوط موصول ہوئے ہیں۔ آخری خط کے ساتھ اس کی تصویر بھی تھی اور یہ سارے خطوط انگریزی میں ٹائپ کئے ہوئے تھے۔''

''کیا بذریعہ ڈاک موصول ہوئے تھے۔''

''جی ہاں...... اسی شہر سے پوسٹ کئے گئے تھے۔ اس نے لکھا تھا کہ وہ مجھے عرصے سے جانتی ہے اور محبت کرتی ہے...... وغیرہ وغیرہ۔''

''وغیرہ بھی کرتی ہے۔'' حمید نے جلدی سے کہا۔

''شٹ اپ......!'' فریدی اس کی طرف تیزی سے مڑا۔

''تصویر کے ساتھ والے خط میں اس نے منٹو پارک میں ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی اور یہ بھی لکھا تھا کہ وہ ملاقات ہونے پر اپنے متعلق سب کچھ بتائے گی۔ حقیقتاً میں اسے کسی کی شرارت ہی سمجھا تھا۔ سو فیصدی شبہ اختر پر تھا کیونکہ وہ ہمیشہ اسی فکر میں رہتا تھا کہ مجھے کسی طرح بیوقوف بنا کر لڑکیوں اور ان کی سہیلیوں کی دلچسپی کا سامان بہم پہنچائے۔''

''پھر بھی منٹو پارک دوڑے گئے تھے۔'' حمید نے۔

''یہ خیال بھی تو تھا...... مگر ٹھہریئے...... بس ایک گھونٹ کہیں سے مل جاتی۔ صرف ایک گھونٹ۔'' اس نے اپنے گلے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

فریدی نے حمید کو اشارہ کیا اور وہ چلا گیا۔ فریدی اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ شمس عادی قسم کا پینے والا ہے، ایسے لوگ اعتدال کے ساتھ پینے پر بہکا نہیں کرتے۔

تھوڑی دیر بعد حمید وہسکی کا ایک بڑا پگ لایا۔

''ہیلو...... میرے دوست......!'' شمس بچوں کی طرح کھل گیا۔ ''بڑے معاملہ فہم معلوم ہوتے ہو۔ بخدا میں نئے دن کا آغاز پٹیالہ پگ ہی سے کرتا ہوں۔''

ایک ہی سانس میں اُس نے گلاس خالی کر دیا۔ پھر تھوڑی دیر تک اس طرح منہ چلاتا رہا جیسے منہ کے اندر گونجی ہوئی بو سے لطف اندوز ہو رہا ہو۔

''میں عورت کے معاملے میں خاصا اُلو ہوں۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔ اس کے بے جان چہرے پر جوانی کا خون پھر سے جھلکیاں مارنے لگا تھا۔ وہ تھوڑی دیر ٹھہر کر بولا۔ ''بڑی جلدی غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہوں، حالانکہ مجھے سو فیصدی یقین تھا کہ کوئی مجھے الو بنا رہا ہے لیکن پھر بھی...... پھر بھی میں نے اپنی وہ رات منٹو پارک میں برباد کی، سوچ رہا تھا ممکن ہے سچ ہی ہو۔''

''لیکن وہ نہیں آئی۔'' فریدی نے کہا۔

''بالکل نہیں۔''

''وہ خطوط کہاں ہیں۔''

''گھر پر......!''

فریدی نے معنی خیز انداز میں حمید کی طرف دیکھا۔

''کسی سے ان خطوط کا تذکرہ بھی کیا تھا۔'' فریدی نے پوچھا۔

''نہیں...... کسی سے بھی نہیں اور آپ کو بھی بتانے کا ارادہ نہیں تھا۔ مگر مفت کی رسوائی کون لے۔''

''میں تمہاری عقل مندی کی داد دیتا ہوں۔'' فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ ''اچھا چلو...... میں ذرا ان خطوط پر بھی ایک نظر ڈال لوں۔''

پھر وہ ظہیر کی کوٹھی پر آئے۔ اس درمیان میں فریدی اور حمید نے یہ بات محسوس کی تھی کہ ظہیر اُن دونوں کی آمد پر کچھ اکتایا اکتایا سا نظر آنے لگتا ہے۔ حمید نے اس کے متعلق فریدی سے بھی پوچھا تھا لیکن اس نے کوئی تشفی بخش جواب نہیں دیا۔

حمید نے اُن دونوں ہم شکلوں کو بھی دیکھا جو بیٹھے ایک ساتھ سر کھجا رہے تھے اور دونوں نے ایک ہی انداز میں اپنے ہونٹ بھی سکوڑ رکھے تھے۔

برآمدے سے فوزیہ گذر رہی تھی۔ انہیں دیکھ کر اپنے مخصوص انداز میں مسکرائی اور حمید یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ اس کی مسکراہٹ میں بڑی سکس اپیل ہے۔

''کہاں رہ گئے تھے شمس بھائی۔'' اس نے کہا۔

''میرے ساتھ تھے۔'' فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ''پچھلی رات ہم ایک بجے تک شطرنج کھیلتے رہے۔''

پھر فوزیہ، فریدی اور حمید سے دو ایک رسمی باتیں کرنے کے بعد چلی گئی۔ اس دوران میں وہ شمس کو کچھ ایسی نظروں سے دیکھتی رہی تھی جیسے وہ اُسے پرلے سرے کا بیوقوف سمجھتی ہو۔

تھوڑی دیر بعد فریدی اور حمید وہ خطوط دیکھ رہے تھے جن کے لئے وہ یہاں آئے تھے۔

تینوں خطوط انگریزی میں ٹائپ کئے ہوئے تھے اور ان پر بھیجنے والے کا نام نہیں تھا۔ خطوط سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کسی کو بیوقوف بنانے کے لئے ہی لکھے گئے ہیں۔ فریدی اُن خطوط پر غور کر رہا تھا اور حمید اُن کے ساتھ والی تصویر میں ڈوبا ہوا تھا۔

وہ کسی حسین لڑکی کی تصویر تھی۔ خدوخال کافی دلکش تھے۔

''دوسری رات......!'' فریدی شمس کی طرف مڑ کر بولا۔ ''پھر تم دوسری رات منٹو پارک نہیں گئے۔''

''نہیں......!''

''کیوں......؟''

''دوسرے دن کافی عقل آ گئی تھی۔ حقیقتاً یہ اُسی کی شرارت تھی۔''

''کس کی......؟''

''اختر کی؟ اگر وہ زندہ ہوتا تو ابھی یہ سلسلہ قائم ہی رہتا۔''

''ہوں......!'' فریدی نے وہ خطوط جیب میں ڈال لئے۔ تصویر حمید کے پاس تھی۔

''کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔'' کمرے کے دروازے پر دونوں ہم شکل کھڑے تھے۔

''صرف ایک......!'' حمید بھنا کر پلٹا۔

''آخر آپ ہی کو مجھ سے اتنی دشمنی کیوں ہے۔'' انہوں نے حمید سے کہا۔

''دشمنی نہیں محبت کہو...... جب تم یہاں سے جانے لگو گے تو تمہارا ڈپلی کیٹ اپنے لئے رکھ لوں گا۔''

''ہائیں...... ڈپلی کیٹ...... پھر وہی۔'' دونوں نے سنجیدگی سے کہا۔ ''معلوم نہیں یہ مذاق کب ختم ہوگا۔''

''پھانسی کے تختے پر......!'' حمید اُن سے زیادہ سنجیدہ نظر آنے لگا۔

''پیارے بھائی! کاش آپ سچ کہہ رہے ہوں۔ اس زندگی سے موت ہی بہتر ہے۔ حد ہے ستم ظریفی کی۔ کبھی آپ کو بھی اسی طرح ایک سے دو ہونے کا اتفاق ہوا تو پتہ چل جائے گا۔''

فریدی اس طرح سوچ میں ڈوبا ہوا تھا جیسے وہ اُن کی گفتگو سن ہی نہ رہا ہو۔

''میں کیا بتاؤں...... میرے دوستو!'' حمید نے غم ناک لہجے میں کہا۔ ''میرا بس ہی نہیں چلتا...... ورنہ سب ٹھیک ٹھاک ہو جاتا۔''

''کیوں بس نہیں چلتا۔'' دونوں نے بھولے پن سے کہا۔ ''بس چلایئے۔ ورنہ میری زندگی برباد ہو جائے گی۔ میں ہر لڑکی کو دو نظر آتا ہوں۔ نعیمہ نے بھی شادی کرنے سے صاف انکار کر دیا۔''

''نعیمہ......!'' حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فریدی نے اُسے گھور کر دیکھا۔

غالباً اُسے خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں حمید، نعیمہ اور اختر کے تعلقات پر روشنی ڈالنا نہ شروع کر دے، اُس نے ابھی تک یہ بات کسی پر ظاہر نہیں کی تھی۔

فریدی انہیں وہیں چھوڑ کر ظہیر کے پاس چلا آیا۔ اس نے وہ تصویر حمید سے لے لی تھی۔

''تمہارا ٹائپ رائٹر ٹھیک چل رہا ہے۔'' اس نے ظہیر سے پوچھا۔

''ہاں...... کیوں......!''

''ایک خط ٹائپ کرنا ہے۔''

ظہیر فریدی کو اپنے دفتر والے کمرے میں لے آیا۔ فریدی ٹائپ رائٹر کے سامنے بیٹھ گیا۔

''میری موجودگی ضروری تو نہیں۔'' ظہیر نے پوچھا۔

”قطعی نہیں۔“ فریدی نے کہا اور مشین پر کاغذ چڑھانے لگا۔ پھر اس نے اُن خطوط سے ایک نکال کر اس کی نقل کرنی شروع کر دی۔

پھر وہ اتنا محو ہو گیا کہ اسے نعیمہ کی آمد کی خبر تک نہ ہوئی، جو پچھلے دروازے سے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

فریدی اس وقت چونکا جب وہ اس کی پشت سے بیساختہ میز پر کچھ دیکھنے کے لئے جھکی۔

وہ ایک طرف سرک گیا۔ نعیمہ وہی تصویر دیکھ رہی تھی، جو فریدی کی بے خیالی کی وجہ سے میز ہی پر پڑی رہ گئی تھی۔

”یہ تصویر......!“ وہ سیدھی کھڑی ہو کر آہستہ سے بڑبڑائی۔ پھر جواب طلب نظروں سے فریدی کی طرف دیکھنے لگی۔

”کیوں......؟“ فریدی کی ٹٹولنے والی نظریں اس کے چہرے پر جم گئیں۔

”یہ یہاں کہاں......؟“ نعیمہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

”میں سمجھا نہیں۔“

”کچھ نہیں۔“ نعیمہ نے کہا اور تصویر اٹھا کر اپنے بلاؤز کے گریبان میں رکھ لی۔

”تمہیں شاید یہ نہیں معلوم کہ فی الحال یہ تصویر سرکاری ملکیت ہے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔“ نعیمہ نے کہا۔ پھر اچانک اس کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا۔

”کیا تم اسے جانتی ہو۔“

”جاننا کیسا...... یہ میرے ہی البم کی ایک تصویر ہے۔ نہ جانے کس نے نکال کر یہاں ڈال دی۔“

”اوہ......!“

”یہ میری ایک مرحوم سہیلی کی تصویر ہے۔“

”مرحوم سہیلی۔“ فریدی کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ ”کیا ابھی حال ہی میں ان کا انتقال ہوا ہے۔“

”جی نہیں...... ایک سال کے لگ بھگ۔“

”اسی شہر میں رہتی تھیں۔“

”جی نہیں...... لکھنؤ میں تھی۔“

”اچھا تو یہ تصویر مجھے دے دو۔“ فریدی نے کہا۔ ”تم نے اپنا البم کب سے نہیں دیکھا۔“

”آخر آپ یہ سب کیوں پوچھ رہے ہیں۔“

”یونہی...... ضرورتاً...... تم اسے کہاں رکھتی ہو۔“

”بکس میں......!“

”ذرا اُسے لاؤ تو......!“

”مگر اس وقت...... وہ دراصل فی الحال شمس بھائی کے پاس ہے۔ نہیں وہ ابھی واپس آئے یا نہیں؟“

”شمس کے پاس......!“ فریدی چونک کر بولا۔ ”ان کے پاس کب سے ہے۔“

”کل ہی لے گئے تھے۔“

”بیٹھ جاؤ۔“ فریدی نے اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

نعیمہ بیٹھ گئی۔ وہ بہت زیادہ متحیر نظر آ رہی تھی۔

”انہیں البم کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی۔“

”یہ تو میں نے نہیں پوچھا تھا۔ البتہ خود انہوں نے اپنی اکتاہٹ کا تذکرہ کر کے دل بہلانے کے لئے البم یا کوئی اور باتصویر قسم کا رسالہ مانگا تھا۔“

”کیا یہ تصویر اس وقت اس میں موجود تھی۔“

”یہ بتانا مشکل ہے...... میں نے دھیان نہیں دیا تھا۔“

”خیر...... تصویر مجھے دے دو۔ کسی وقت واپس مل جائے گی۔“

”آخر بات کیا ہے......؟“ نعیمہ نے اس کی طرف تصویر بڑھاتے ہوئے کہا۔

”کوئی خاص بات نہیں۔ یہ بھی تفتیشی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔“

نعیمہ کے چہرے پر پائے جانے والے بے اطمینانی کے آثار بدستور قائم رہے۔

”شمس اپنے کمرے میں موجود ہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”مگر ٹھہرو۔ تم یہ کس طرح کہہ سکتی

ہو کہ یہ تصویر تمہارے البم ہی سے نکالی گئی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ اُسی پوز کی دوسری کاپی ہو۔"

نعیمہ نے کوئی جواب نہ دیا۔

"تمہیں تکلیف تو ہوگی۔" فریدی پھر بولا۔ "شمس اور سرجنٹ حمید کو یہاں بھیج دو...... وہ بھی تمہیں شمس ہی کے کمرے میں ملے گا۔"

نعیمہ جانے کے لئے اٹھی۔

"اور ہاں......" فریدی آہستہ سے بولا۔ "شمس سے اس تصویر یا البم کا تذکرہ مت کرنا۔ ہو سکے تو شمس کے چلے آنے کے بعد البم پر بھی ایک نظر ڈال لینا۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ یہ تصویر تمہارے ہی البم کی ہے یا نہیں۔"

نعیمہ چلی گئی۔ فریدی نے ٹائپ رائٹر سے کاغذ نکال کر جیب میں رکھ لیا اور سگار سلگانے لگا۔

فریدی یہ بھی سوچ رہا تھا کہ نعیمہ اس طرف اتفاقاً آ نکلی تھی یا کسی مقصد کے تحت۔

حمید اور شمس جلد ہی آ گئے۔ فریدی نے دونوں کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"تصویر کا معاملہ صاف ہو گیا۔" فریدی نے مسکرا کر کہا اور شمس کے چہرے کا جائزہ لینے لگا۔

"کیا......!"

"حقیقتاً تمہیں کسی نے بیوقوف بنایا تھا۔"

"کیسے معلوم ہوا۔"

"بس معلوم ہو گیا...... تمہیں یہاں سے اس لئے ہٹایا گیا تھا کہ مجرم بہ آسانی اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکے۔"

شمس کے چہرے سے اطمینان جھلکنے لگا۔

"اب تم پر کوئی پابندی نہیں۔" فریدی بولا۔ "لیکن تفتیش کے دوران میں تمہیں ٹھہرنا پڑے گا۔"

"اس لئے مجرم نے مقصد براری کے لئے تمہیں بھی استعمال کیا ہے۔"

"بھی کا کیا مطلب...... کیا کوئی اور بھی تھا......؟"

"کیا تم نے اور چڑھالی ہے...... عادت اچھی نہیں کیا چھوڑ نہیں سکتے۔" فریدی نے سگار سلگاتے ہوئے کہا۔ "خیر میں نے یہی بتانے کے لئے تمہیں بلایا تھا۔ اب اگر تم کہیں جانا چاہو تو

جا سکتے ہو۔"

زہر کی گمشدگی

شمس کے چلے جانے کے بعد بھی فریدی اور حمید اُسی کمرے میں بیٹھے رہے۔

فریدی اُسے اس تصویر کے متعلق بتا رہا تھا۔ اتنے میں نعیمہ واپس آ گئی۔

"کیوں......؟" فریدی اس کی طرف مڑا۔

"نہیں ہے۔" نعیمہ آہستہ سے بولی۔

"ہوں...... اس کا تذکرہ کسی سے مت کرنا۔ لیکن البم واپس ملنے پر شمس سے یہ ضرور پوچھنا کہ وہ تصویر کہاں گئی۔"

"آپ نے مجھے ایک نئی الجھن میں ڈال دیا۔"

"بہتر یہ ہے کہ تم اپنی پرانی ہی الجھنوں میں مبتلا رہو۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

نعیمہ تھوڑی دیر کھڑی رہی پھر چپ چاپ کمرے سے چلی گئی۔

"آپ کا کھردرا لہجہ مجھے پسند نہیں۔" حمید نے کہا۔

فریدی اس کی بات پر دھیان دیئے بغیر جیب سے ٹائپ کیا ہوا کاغذ نکال کر دیکھنے لگا۔

"ان خطوط کے لئے بھی یہی ٹائپ رائٹر استعمال کیا گیا ہے۔" فریدی آہستہ سے بولا۔

"تو کیا شمس ہی......!" حمید نے کہا۔

"ہو سکتا ہے۔"

"گویا اب بھی آپ کو یقین نہیں ہے۔" حمید نے کہا۔

"آخر اتنی ذرا سی بات پر یقین ہی کیوں کر لیا جائے۔"

"کمال کرتے ہیں آپ بھی...... کیا اس نے ہمیں اس تصویر اور خطوط کے ذریعہ بیوقوف بنانے کی کوشش نہیں کی۔"

"ہوسکتا ہے۔"

"ہوسکتا ہے...... نہیں بلکہ یہ حقیقت ہے۔" حمید جھلا کر بولا۔

"ہوسکتا ہے کہ حقیقت ہی ہو۔"

"پھر وہی گول قسم کی بات......!" حمید بولا۔

"پھر کیا چاہتے ہو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"میں چاہتا ہوں کہ اب اس قصے کو ختم کیجئے۔"

"کیسے ختم کروں۔"

"آپ معاملے کو خواہ مخواہ طول دے رہے ہیں۔"

"تو کچھ بکو بھی نا۔"

"ظاہر ہے کہ شمس نے ہمیں دھوکا دیا۔"

"ذرا آہستہ بولو۔" فریدی نے کہا۔ "ممکن ہے وہ خود ہی دھوکا کھا گیا ہو۔ اکثر فریب خوردہ ہمیں فریب کار معلوم ہوتے ہیں۔"

"میرے خیال سے اب آپ کو یہ پیشہ ہی ترک کر دینا چاہئے۔ پہلے آپ گھما کر ناک پکڑتے تھے اور اب۔"

"شمس......!" فریدی نے اُسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ باہر قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

"ارے خدا تمہیں غارت کرے۔" حمید آہستہ سے بڑبڑایا۔ "دونوں ہم شکل دروازے میں کھڑے ہانپ رہے تھے۔

"فریدی صاحب...... پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے۔" دونوں نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"تب تو تمہیں الٹا لٹکا کر تمہارے پیٹ سے پانی نکالنا پڑے گا۔" حمید بیساختہ بولا۔

"پیارے بھائی! اس وقت میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔" دونوں نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا بات ہے۔" فریدی انہیں گھورنے لگا۔

"کوئی مجھے افیونی بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"کیا مطلب......!"

"کسی نے میرے بکس میں افیون رکھ دی ہے۔"

"اوہ......!" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ "کہاں...... چلو دیکھیں۔"

سچ مچ صندوق سے کافی مقدار میں افیون برآمد ہوئی۔ حمید نے جواب طلب نظروں سے فریدی کی طرف دیکھا۔

"میں اب یہاں نہیں ٹھہر سکتا۔" دونوں نے کہا۔ "میرے قیمتی خنجر گئے اور اب کوئی میری اچھی بھلی تندرستی برباد کرنے پر تلا ہوا ہے۔"

"اسے ہاتھ تو نہیں لگایا۔" فریدی افیون کو بغور دیکھتا ہوا بولا۔ "یہ ایک براؤن رنگ کے کاغذ میں لپٹی ہوئی تھی۔"

"نہیں...... لیکن یہ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔"

"کچھ نہیں۔" فریدی نے کہا اور اُسے احتیاط سے اپنی جیب میں ڈال لیا۔

"ایک دوسرا جرم......!" حمید نے اُن دونوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میں نہیں سمجھا......!" دونوں بولے۔

"افیون کی ناجائز تجارت......!"

"پیارے بھائی میرا مضحکہ مت اڑاؤ۔" دونوں آبدیدہ ہو کر بولے۔ "میں بہت مظلوم ہوں۔"

"تم صغیر ہو......" دفعتاً فریدی نے ان میں سے ایک کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

"جی ہاں......!" دونوں متحیر ہو کر بولے۔

"صرف تم......!"

"صرف کا کیا مطلب......؟" دونوں نے معصومیت سے پوچھا۔

"جہنم میں جاؤ۔" فریدی نے جھلا کر اُسے دھکا دے دیا۔

"کتنی بے عزتی ہو رہی ہے...... میں یہاں کیوں آیا...... کیوں آیا...... کیوں آیا۔"

پھر جوانہوں نے کیوں آیا کیوں آیا، کی تکرار کے ساتھ سر پیٹنا شروع کیا ہے تو فریدی اور حمید سے بھاگتے ہی بنی۔

دونوں انہیں اسی حالت میں چھوڑ کر باہر آ گئے۔

''میں پھر کہتا ہوں کہ انہیں حراست میں لے لیجئے۔'' حمید نے کہا۔

''فضول باتیں مت کرو۔''

''آپ اُن دونوں سے زیادہ عجیب نظر آ رہے ہیں۔'' حمید بھنا کر بولا۔

تھوڑی دیر بعد فریدی کی کیڈی لاک کوتوالی کی طرف جا رہی تھی۔

''اب کہاں......!'' حمید نے پوچھا۔

''کوتوالی! لائبریری والی صراحی کے پانی کے تجزیہ کی رپورٹ آ گئی ہوگی۔''

''آپ بیکار وقت ضائع کر رہے ہیں۔''

''کیوں......؟''

''اگر یہ معلوم ہی ہو گیا کہ اُس صراحی کا پانی بھی زہر آلود تھا تو آپ کیا کر لیں گے۔''

''تم نے پھر بے تکی ہانکنی شروع کر دی۔''

''میں سچ عرض کر رہا ہوں حضور والا......آپ صحیح مجرم کو زندگی بھر نہ پکڑ سکیں گے۔ حالانکہ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ مجرم گھر ہی کا کوئی فرد ہے۔''

''بڑی جلدی فیصلہ کر ڈالتے ہو۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''چلو میں اسے شروع ہی سے تسلیم کر رہا ہوں کہ مجرم گھر ہی کا کوئی فرد ہے......پھر......!''

''پھر یہ کہ اختر مرحوم کا باقاعدہ عرس ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس کی موت بڑی پُر کرامت ہوئی ہے۔ دو دو خنجر لگے لیکن جسم سے خون تک نہ نکلا۔ بہرحال میرا اور آپ کا فرض ہے کہ اُس کے مریدوں کی صحیح تعداد معلوم کر کے کسی اہل دل کو اس کا سجادہ نشین بنا دیں۔''

''بکومت......!'' فریدی آہستہ سے بولا اور پھر کسی خیال میں ڈوب گیا۔

کوتوالی پہنچ کر حمید کو اپنی ہنسی ضبط کرنا دشوار معلوم ہونے لگا کیونکہ صراحی والے پانی کے کیمیاوی تجزیہ کی رپورٹ اس کی دانست میں فریدی کے لئے مایوس کن تھی۔ پانی صرف پانی تھا۔

اس میں زہر کی آمیزش نہیں تھی۔

''اب بتایئے۔'' اُس نے چٹکی لی۔ ''اختر کی موت معجزہ ہے یا نہیں۔''

''یا پھر ہو سکتا ہے کہ قاتل و مقتول میں پہلے ہی سے کوئی سمجھوتہ رہا ہو۔ اس نے مقتول کے سامنے ہی ٹکٹ پر زہر لگایا ہوگا اور پھر اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا ہوگا لو پیارے چپکا دو اُسے لفافے پر...... اُس نے مجرم کا شکریہ ادا کر کے ٹکٹ پر لب لگا کر اسے لفافے پر چپکاتے ہوئے ہنسی خوشی جان دے دی ہوگی۔''

''واقعی......اب پورا نظریہ بدلنا پڑے گا۔'' فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔

''مجھے اُس پانی میں زہر کی آمیزش کی توقع تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر صرف ان ٹکٹوں کے بل بوتے پر مجرم کو اپنی کامیابی کا یقین کیونکر ہو گیا تھا۔ کیا مجرم کو یقین تھا کہ مقتول خط ضرور لکھے گا۔ میرے خیال سے یہ تو اس صورت میں ممکن ہے کہ خود مجرم ہی نے اسے نہ صرف خط لکھنے کی ترغیب دی ہو بلکہ رات ہی کو اُسے پوسٹ کر دینے پر بھی اکسایا ہو۔''

''سرجنٹ حمید کبھی کوئی غلط رائے نہیں قائم کرتا۔'' حمید نے اپنی پیٹھ خود ہی ٹھونکتے ہوئے کہا۔

''تو پھر اس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ خود نعیمہ ہی مجرم ہے۔''

''اب کہی آپ نے سچی بات۔'' حمید سنجیدگی سے بولا۔

''لیکن......؟''

''لیکن ویکن کچھ نہیں......سو فیصدی وہی ہے۔''

''بیٹے خاں......اگر وہی ہوتی اس نے وہ لفافہ اس کے ہاتھ کے نیچے کبھی نہ چھوڑا ہوتا کیونکہ وہ خود اسی کی ذات سے تعلق رکھتا تھا اور اس میں اس کی بدنامی تھی۔''

''چلئے پھر مجرم ہاتھ آتے آتے نکل گیا۔'' حمید ہاتھ ملتا ہوا بولا۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ اُس کی پیشانی پر ابھرتی ہوئی لکیریں گہرے تفکر کی غمازی کر رہی تھیں۔

دفعتاً جگدیش نے اُسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

''میں صبح سے کئی بار آپ کو فون کر چکا ہوں۔ لیکن ہر بار لائین انگیج تھی۔''

''آج بھی ریسیور میز پر ڈال دیا گیا ہوگا۔'' فریدی نے حمید کو گھورتے ہوئے کہا پھر

جگدیش سے پوچھا۔ ''کیوں۔''

''یونیورسٹی سے ایک ایسی رپورٹ ملی ہے جس سے آپ کو دلچسپی ہو سکتی ہے۔''

''کیا......!''

''وہاں کی لیبارٹری سے پوٹاشیم سائینائیڈ چرایا گیا ہے۔''

''اوہ......کب......!''

''وہاں کا منتظم بھی اس کے متعلق وثوق سے نہیں کہہ سکتا۔'' جگدیش نے کہا۔

''لیکن یہ بات آج ہی معلوم ہوئی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ پچھلے دنوں چرایا گیا ہو۔ بہر حال آج اس کی شیشی غائب تھی۔''

''تحقیقات کیلئے کوئی گیا یا نہیں۔''

''ابھی نہیں۔'' جگدیش نے جواب دیا۔

''آؤ تو جلدی کرو۔''

جگدیش نے روزنامچے میں روانگی لکھی اور وہ سب یونیورسٹی کی طرف چل پڑے۔

شعبہ سائنس کی عمارت میں پہنچ کر انہیں لیبارٹری تلاش کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوئی۔

فریدی نے وہ جگہ دیکھی جہاں سے زہر کی شیشی غائب ہوئی تھی۔ لیبارٹری کے انچارج نے بتایا کہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ شیشی کب چرائی گئی۔

''لیکن پچھلی بار کب دیکھی گئی تھی۔'' فریدی نے پوچھا۔

''میں ہر ماہ اسٹاک چیک کرتا ہوں۔ چنانچہ آج سے ایک ہفتہ قبل جب میں نے اسٹاک چیک کیا تھا تو وہ موجود تھی۔''

''اس کے بعد بھی الماری کھولی گئی ہوگی۔''

''یقیناً......!''

''لیکن کسی نے اس کے متعلق غور نہیں کیا۔''

''جی نہیں......آج دراصل مجھے الماری کھولنے کا اتفاق ہوا اور میں نے محسوس کیا کہ وہ غائب ہے۔''

''اس ایک ہفتے کے دوران میں آپ نے آج ہی الماری کھولی تھی۔''

''جی ہاں۔''

''آپ کے اسسٹنٹ کتنے ہیں۔'' فریدی نے پوچھا۔

''چار......!''

''کیا وہ سب موجود ہیں۔''

''جی ہاں۔''

فریدی نے باری باری سے اُن چاروں اسسٹنٹوں سے بھی گفتگو کی لیکن جگدیش اور حمید کو یہ نہ معلوم ہوسکا کہ اس نے اس سے کیا نتائج اخذ کئے۔

بہر حال اُن چاروں کے بیان کے مطابق وہ الماری متعدد بار کھولی گئی تھی لیکن اُن میں سے کسی کو بھی زہر کی گمشدگی کا احساس نہیں ہوا۔ پوری الماری نیچے سے اوپر تک چھوٹی بڑی شیشیوں سے بھری پڑی تھی۔ ایسی صورت میں صرف اسی چیز پر توجہ دی جاسکتی ہے جس کی حاجت ہے۔''

فریدی ایک بار پھر لیبارٹری انچارج کی طرف پلٹا۔

''اتنی شیشیوں کے درمیان آپ نے یہ بات کیسے مارک کرلی کہ پوٹاشیم سائینائیڈ کی شیشی غائب ہے۔''

لیبارٹری انچارج شائد اس سوال کے لئے تیار نہیں تھا۔

''بات یہ ہے۔'' وہ تھوڑی دیر ٹھہر کر بولا۔ ''میں یہاں رکھے ہوئے زہروں پر خاص طور سے نظر رکھتا ہوں۔''

''اس الماری میں کتنے قسم کے زہر ہوں گے۔'' دفعتاً فریدی نے سوال کیا۔

''کئی قسم کے۔'' لیبارٹری انچارج نے کہا۔

''آپ کو ان شیشیوں کی تعداد تو معلوم ہی ہوگی جن میں مختلف قسم کے زہر ہیں۔''

''تعداد......جی ہاں......لیکن نہیں ٹھہریئے۔'' وہ الماری کی طرف بڑھا۔

''اس کی ضرورت نہیں۔'' فریدی نے اُس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اُسے آگے بڑھنے سے

روک دیا۔

وہ اُسے چند لمحے گھورتا رہا پھر بولا۔ ”آپ زہروں پر خاص طور سے نظر رکھتے ہیں پھر بھی آپ ان کی شیشیوں کی صحیح تعداد نہیں بتا سکتے۔ لیکن پوٹاشیم سائینائیڈ کی شیشی کی گمشدگی کا احساس آپ کو ہو جاتا ہے...... کیا یہ عجیب بات نہیں۔“

”بھلا میں شیشیوں کی صحیح تعداد کس طرح بتا سکتا ہوں۔ ممکن ہے اسسٹنٹوں نے اس الماری کی بعض شیشیاں دوسری الماری میں رکھ دی ہوں۔“

”آپ کی یہ دلیل بھی کچھ بے تکی ہی سی معلوم ہوتی ہے۔ کیا آج آپ نے یہ بات ظاہر ہونے پر کہ اک شیشی غائب ہے بقیہ شیشیاں نہیں چیک کیں۔“

”جی نہیں۔“

”لہٰذا آپ کا یہ بیان سرے سے غلط معلوم ہوتا ہے کہ آپ زہروں پر خاص طور سے نظر رکھتے ہیں۔“

”نہ جانے آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔“ انچارج کچھ جھنجھلا گیا۔

”مائی ڈیئر سر......!“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”اس بات کا جواب آپ ہی دیں گے کہ وہ شیشی کہاں گئی۔ آپ، کے چاروں اسسٹنٹ اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کے حکم کے مطابق جو چیز جہاں سے اٹھائی جاتی ہے وہیں رکھی جاتی ہے۔ وہ بیچارے سہواً بھی ایسی حرکت نہیں کر سکتے کہ اس الماری کی کوئی شیشی کسی دوسری الماری میں رکھ دیں۔ پھر دوسری بات یہ کہ اگر آپ کے خیال کے مطابق اس الماری کی شیشیاں دوسری الماری میں بھی پہنچ سکتی ہیں تو پھر آپ صبح سے صرف اسی ایک الماری پر کیوں زور دیتے رہے۔ آپ نے دوسری الماریاں بھی کیوں نہیں کھلوائیں۔“

”کھلوائیں تھیں۔“

”بکواس۔ اگر آپ نے کھلوائی ہوتیں...... تو ہمیں ان کی زیارت سے محروم نہ رکھتے۔ کیا آپ کے اسسٹنٹ جھوٹے ہیں۔“

”آپ کی گفتگو توہین آمیز ہے۔“ انچارج نے احتجاجاً کہا۔

”شٹ اپ۔“ فریدی نے انگلی اٹھا کر کہا۔ ”آپ خود کو حراست میں تصور کریں۔“

چور کے ہمدرد

سرجنٹ حمید نے بیٹھے ہی بیٹھے اکتا کر ایک طویل انگڑائی لی اور اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ نو بج چکے تھے لیکن فریدی ابھی تک اپنے سونے کے کمرے سے نہیں نکلا تھا۔ دروازہ بھی اندر سے بند تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس کے قدموں کی چاپ سنائی دیتی اور پھر سناٹا چھا جاتا۔ حمید صبح سے کئی بار دروازے پر دستک دے چکا تھا لیکن جواب ندارد۔

پچھلے دن کی حیرت انگیز گرفتاری کی یاد کچھ عجیب سے احساسات میں لپٹی ہوئی اب بھی حمید کے ذہن پر مسلط تھی۔ فریدی نے اُسے کس آسانی سے اپنے دلائل کے جال میں جکڑ لیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر صرف پولیس ہی والے تفتیش کے لئے گئے ہوتے تو اتنی جلدی اس نتیجہ پر پہنچنا مشکل تھا لیکن یہ بات اب بھی اس کے دل میں کھٹک رہی تھی کہ آخر ظہیر کے گھر میں ہونے والے حادثے سے اس کا کیا تعلق؟ فریدی اسے کس بناء پر اس سے منسلک کر رہا ہے۔ ضروری نہیں کہ یونیورسٹی سے چرایا ہوا زہر وہاں بھی استعمال کیا گیا ہو اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ ابھی تک لیبارٹری انچارج نے اقبال جرم نہیں کیا تھا۔ ویسے ہر ایک کو یقین تھا کہ وہ یا تو خود مجرم ہے یا پھر زہر کی گمشدگی کے راز سے واقف ہے۔

حمید نے ایک بار پھر دروازے پر دستک دی اور چیخ کر بولا۔ ”میں جانتا ہوں کہ آپ زندہ ہیں، لیکن میں ضرور مر جاؤں گا۔“

”کیوں......؟ کیا ہے۔“ فریدی نے ایک جھٹکے کے ساتھ دروازہ کھول کر کہا۔ اُس کی آنکھیں سرخ تھیں اور بال پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے۔ کمرے سے سگار کی بو کا ریلا آیا۔

”ناشتے کا وقت تو نکل گیا......؟“ حمید نے مایوسی سے کہا۔

”تو مجھے کھا جاؤ...... کھاؤ......!“ فریدی نے حمید کا گریبان پکڑ کر زور سے جھٹکا دیتے ہوئے کہا۔ ”کس گدھے نے تم سے کہا تھا کہ اکیلے ناشتہ نہ کرنا۔“

”تو اس میں بگڑنے کی کیا بات ہے۔ ناشتے کی ایسی کی تیسی میں ویسی...... میں دوپہر کا

کھانا بھی نہ کھاؤں گا۔"

"کھانا......!" فریدی نے اوپری ہونٹ بھینچ کر کہا۔

حمید کمرے میں گھس گیا۔ پلنگ کے قریب والی میز پر متعدد چیزیں بکھری ہوئی تھیں، جن میں افیون بھی تھی، جو اُن دونوں ہم شکلوں کے پاس سے برآمد ہوئی تھیں۔ شمس کے خطوط بھی تھے اور خطوط کے ساتھ والی تصویر بھی۔ حمید فریدی کی طرف پلٹا۔

"یہ بات تھی۔" وہ مسکرا کر بولا۔ "عورت افیون اور عشقیہ خطوط۔ معلوم ہوتا ہے تھوڑی سی چکھی بھی گئی ہے۔ خدا مجھے معاف کرے۔"

"بکو نہیں......ناشتے کے لئے کہہ دو۔"

"وہ تو خود بخود آجائے گا......لیکن مجھے بک لینے دیجئے۔"

"بکو......!"

"پہلی بات تو یہ کہ اس بار آپ بُری طرح شکست کھائیں گے۔ دوسری بات یہ کہ آپ کی شکست مجھے کھائے گی۔ تیسری بات یہ ہے کہ اب آپ ہوائی قلعے بنانے لگے ہیں۔"

"تیسری بات کی وضاحت چاہتا ہوں۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

"نیو یارک میں کسی نے ایک دواخانے سے زہر چرایا اور یہاں ایک آدمی کی موت واقع ہوگئی۔ ممکن ہے اسی دن لندن، پیرس اور انقرہ میں بھی زہر چرایا گیا ہو۔ آخر آپ نیو یارک ہی کے کان کیوں اینٹھنے لگے۔"

"بہتر ہے کہ پہلے ناشتہ کرلو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "ورنہ ممکن ہے کہ پھر تمہیں ہاضمے کی بھی مہلت نہ ملے۔"

"معقول مشورہ ہے۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا اور باہر چلا گیا۔

باورچی خانے میں ناشتے کے لئے کہہ کر وہ پھر واپس آگیا۔

"تم دراصل......!" فریدی کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"جی ہاں......میں دراصل کیا......؟"

"لیبارٹری انچارج صفدر اور اختر کی موت کا تعلق نہیں سمجھ سکے۔"

فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ پھر مسکرا کر کہنے لگا۔ "آخر ظہیر اس کی ضمانت لینے کے لئے کیوں تیار ہے۔"

"کیا......؟" حمید اچھل پڑا۔

"جناب......ظہیر کل سے کئی بار مجھے اس کے متعلق فون کر چکا ہے۔"

"تو کیا ظہیر......؟" وہ حمید کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"شش......نتائج اخذ کرنے میں جلدی نہیں کرنی چاہئے۔ بس سنتے جاؤ۔ ظہیر نے مجھے بتایا کہ وہ صفدر کو بہت عرصہ سے جانتا ہے اور اس کی نیک چلنی کی ضمانت بھی لے سکتا ہے۔ ایک زمانے میں اس کے یہاں اس کی آمد ورفت بھی تھی اور وہ دراصل فوزیہ کا ٹیوشن کئے ہوئے تھا۔"

"لیکن یہ ساری باتیں آپ کو اس وقت تو نہیں معلوم تھیں جب آپ نے اُسے گرفتار کیا تھا۔"

"ٹھیک ہے......میں کب کہتا ہوں کہ معلوم تھیں۔ میں نے تو اسے اس جرم میں پکڑا تھا کہ اس نے زہر کی گمشدگی کی رپورٹ دے کر پولیس کو دھوکہ دینے کی کوشش کی تھی۔"

"تو اختر کو اسی نے زہر دیا۔" حمید نے پوچھا۔

"نہیں......ظہیر کے بیان کے مطابق وہ پچھلے کئی ماہ سے وہاں نہیں تھا۔ تم بھی عجیب احمق ہو۔ کیا وہ سارے حالات تمہارے ذہن سے یکسر محو ہوگئے جن کی بناء پر یہ اندازہ لگایا گیا تھا کہ مجرم گھر ہی کا کوئی فرد ہے۔"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ اُس گھر کے کسی فرد نے صفدر سے زہر حاصل کیا۔"

"بڑی دیر میں سمجھے حضور۔"

ناشتہ آگیا تھا اس لئے پھر حمید کو کچھ پوچھنے کا ہوش نہ رہ گیا۔

اس نے دو تین لمبے لمبے ہاتھ مارے اور چائے انڈیلنے لگا۔

"ایک اور دلچسپ اطلاع۔" فریدی اس کی بدحواسی پر دھیان دیئے بغیر بولا۔ "صفدر اس گھر میں شمس کے ذریعہ متعارف ہوا تھا۔ دونوں کسی زمانے میں ہم جماعت رہ چکے ہیں۔"

"وہ ما......!" حمید نے حلق پھاڑ کر چلانے کی کوشش کی لیکن منہ کا نوالہ غیرارادی طور پر حلق میں پھنس گیا اور "وہ مارا" کا نعرہ مکمل نہ ہوسکا۔

’’تم بالکل جنگلی ہی ہو گیا۔‘‘ فریدی بھنا کر بولا۔

حمید اپنا سینہ پیٹ رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے پانی بہنے لگا تھا۔

پھر اس نے چاہا کہ پھنسا ہوا لقمہ چائے کے گھونٹ سے اتارا جائے لیکن فریدی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

’’اغے.....اغے.....ہچ.....ہچ.....!‘‘ ہچکی بھی شروع ہو گئی۔

’’نہیں.....تم آج اسی طرح مر جاؤ۔‘‘ فریدی نے کہا اور اس کی چائے کی پیالی چھین لی۔

’’مرا.....ہچ.....!‘‘ حمید سینہ پیٹتا ہوا بولا۔

’’ضرور مرو.....!‘‘ فریدی نے اس کی پیٹھ پر گھونسہ مارتے ہوئے کہا۔ جھٹکے سے نوالہ حلق کے نیچے اتر گیا۔

یہ واردات کھانے کی میز پر ہوئی تھی اس لئے حمید کو ذرا بھی غصہ نہ آیا۔ اُس کے ماتھے پر شکن تک نہ تھی۔

’’میں شروع ہی سے کہہ رہا تھا۔‘‘ حمید حلوے کی پلیٹ پر ہاتھ صاف کرتا ہوا بولا۔ ’’میرا سو فیصدی شبہ شمس ہی پر تھا۔‘‘

’’تب تم بالکل چغد ہو۔‘‘ فریدی نے چائے کی پیالی اس کی طرف سرکا دی۔

’’افسوس کہ آپ کو آج ہی اس کی اطلاع ملی۔‘‘ حمید منہ چلاتا ہوا بولا۔ ’’ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ اگر میرے کہنے پر عمل کرتے تو اتنے دنوں تک پریشان نہ ہونا پڑتا۔‘‘

’’یعنی.....!‘‘

’’شمس کو پہلے ہی گرفتار کر لینا تھا۔‘‘

’’شمس مجرم نہیں ہو سکتا۔‘‘ فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

’’کیوں.....!‘‘

’’غالباً اس وقت تمہارا دماغ بھی معدے میں چلا گیا ہے۔‘‘ فریدی بولا۔ ’’اگر شمس ہی مجرم ہے تو اسے یہ ظاہر کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی کہ وہ گھر میں تھا ہی نہیں۔ فرض کرو اگر وہ مجرم ہے بھی تو معمولی ذہانت کا آدمی نہیں۔ ٹکٹوں کو زہر آلود کر کے کسی کی جان لینے والا اتنا

ڈیوٹ نہیں ہو سکتا کہ اپنی بریت کیلئے اس قسم کے بھونڈے اور مشکوک ثبوت پیش کرے اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ جب وہ گھر میں موجود ہی نہیں تھا تو دودھ میں افیون کس نے ملائی۔‘‘

’’یہی تو میں بھی کہتا ہوں کہ وہ اس وقت گھر میں داخل ہوا جب سب سو گئے تھے۔‘‘ حمید نے کہا۔

’’پھر بھی افیون کا مسئلہ رہا جاتا ہے۔‘‘

’’کیا آپ کو یقین ہے کہ اس میں سچ مچ افیون تھی۔‘‘

’’عجیب احمق آدمی ہو۔ ارے اس پیالے کی پیندی میں لگے ہوئے دودھ کا باقاعدہ طور پر کیمیاوی تجزیہ ہوا تھا۔‘‘

’’پھر آپ کی دانست میں مجرم کون ہے۔‘‘

’’سارے واقعات تمہارے سامنے ہیں۔ تم خود ہی اس کا فیصلہ کرو۔‘‘

’’میں غیب داں نہیں ہوں۔‘‘

’’تو کیا تم مجھے غیب داں سمجھتے ہو۔‘‘

ناشتہ ختم کرنے کے بعد فریدی لباس تبدیل کرنے لگا۔

’’تیار ہو جاؤ۔‘‘ اس نے حمید سے کہا۔

’’ہر وقت تیار رہتا ہوں۔‘‘

’’جلدی کرو.....زیادہ وقت نہیں ہے۔‘‘

’’کہاں چلنا ہے۔‘‘

’’جہنم میں۔‘‘

’’فی امان اللہ..... بندہ وہاں کی موجودہ اقتصادی حالت معلوم کئے بغیر ہرگز نہ جائے گا۔‘‘

’’گھونسہ تیار ہے۔‘‘ فریدی اُسے گھورتا ہوا بولا۔

’’تو کیا گھونسے ہی پر تشریف لے جائیے گا۔‘‘

’’چلو.....!‘‘ فریدی نے اس کی گردن پکڑ کر اُسے اس کے کمرے میں دھکیل دیا۔

تھوڑی دیر بعد فریدی کی کیڈی لاک ظہیر کی کوٹھی کی طرف جا رہی تھی۔

"بیچارا صفدر دھوکے میں مارا گیا۔" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔

"کیوں......؟"

"اگر اختر کی موت کی صحیح وجہ اخبارات میں شائع ہوئی ہوتی تو وہ قیامت تک پولیس کو زہر کی گمشدگی کی اطلاع نہ دیتا۔ وہ غریب یہی سمجھتا رہا کہ پولیس اس معاملے میں دھوکہ کھا گئی اور اب بھی یہی سمجھتا ہے اسی لئے اس نے ابھی تک اقبال جرم بھی نہیں کیا۔"

"کیا یہ حقیقت ہے کہ آپ نے ظہیر کو بھی نہیں بتایا کہ اس کی موت زہر سے واقع ہوئی تھی۔"

"اسے پولیس ہی کے چند آدمیوں کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔"

"تو اس کا یہ مطلب ہے کہ اصل مجرم اب بھی مطمئن ہوگا۔"

"قطعی......لیکن ساتھ ہی ساتھ اُسے یہ خوف بھی ہوگا کہ کہیں صفدر کچھ اگل نہ دے۔"

"صفدر نے اس کی گمشدگی کی رپورٹ ہی کیوں کی۔"

"اگر رپورٹ نہ کرتا تب بھی ایک نہ ایک دن اس سلسلے میں اسے جوابدہ ہونا ہی پڑتا۔ پوٹاشیم سائینائیڈ آسانی سے دستیاب نہیں ہوتا۔ آخر وہ اسٹاک کہاں سے پورا کرتا۔"

"لیبارٹری کے تجربات میں اس کی کھپت دکھا دیتا۔"

"اتفاق سے وہ کسی قسم کے تجربے میں کام نہیں آتا۔ وہ صرف اس لئے رکھا جاتا ہے کہ کیمسٹری کے طلباء اس کی نوعیت سے واقف ہوسکیں۔ بہرحال اس نے رپورٹ کرنے میں اسی لئے جلدی کی کہ اس کے دل پر بوجھ تھا۔ وہ جلد از جلد اس الجھن سے گلوخلاصی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ جب اس نے دیکھ لیا کہ پولیس کی نظر تہہ تک نہیں پہنچ سکی اور لاش دفن بھی ہوگئی تو اس نے رپورٹ کردی۔"

حمید کسی سوچ میں پڑ گیا۔

اُن کی ملاقات سب سے پہلے ظہیر ہی سے ہوئی۔

"میں خود ہی تمہارے یہاں آنے کے متعلق سوچ رہا تھا۔" ظہیر نے کہا۔

"کوئی خاص بات......!" فریدی نے پوچھا۔

"ابھی تک اُس نے اقبال جرم نہیں کیا...... جب تک پولیس اس میں کامیاب نہ ہوجائے

گی، ضمانت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"تم لوگوں کے معاملات سمجھ ہی میں نہیں آتے، جب اُس غریب نے چرایا ہی نہیں تو اقبال جرم کہاں سے کرے گا۔"

"پولیس کو یقین ہے کہ چور وہی ہے۔"

"آخر کس بناء پر۔"

"بناء وناء وہی لوگ جانیں۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

"میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ وہ بہت نیک آدمی ہے۔"

"ہر نیک آدمی اُسے نیک ہی سمجھے گا۔" حمید بولا۔

"گھر کے سب لوگ موجود ہیں۔" فریدی نے ظہیر سے پوچھا۔

"ہاں......کیوں......؟"

"میں اُن سب کی موجودگی ایک جگہ چاہتا ہوں۔"

وہ سب ڈرائنگ روم میں اکٹھا ہو رہے تھے۔ نعیمہ پر ابھی تک وہی سوگوارانہ اثرات طاری تھے۔ شمس اپنی نشیلی آنکھوں سے فریدی اور حمید کو گھور رہا تھا۔ دونوں ہم شکل آج کچھ بیزار بیزار سے نظر آرہے تھے۔ ظہیر کی آنکھوں میں ایک طرح کا احتجاج تھا جسے وہ اپنی طبعی خوش اخلاقی میں چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔ صرف فوزیہ ایسی تھی جس کی حالت میں کوئی خاص تبدیلی نہ دکھائی دی۔ اس نے اپنے ہاتھ میں ایک فائل دبا رکھا تھا شاید وہ یونیورسٹی جانے کے لئے تیار تھی۔

"اب آپ لوگ یونیورسٹی پر بھی حملہ کرنے لگے ہیں۔" اس نے مسکرا کر فریدی سے کہا۔

"یونیورسٹی خود ہی اس نیک کام کی دعوت دیتی ہے۔ میں کیا کروں۔"

"کیا آپ کی دانست میں کوئی چور بھی پولیس کی مدد لے سکتا ہے۔"

"یہ چور کی ذہنی حالت پر مبنی ہے۔ لیکن افسوس کہ صفدر بہت زیادہ ذہین ہے۔ اُسے یہ سوچنا چاہئے تھا کہ کم از کم پوسٹ مارٹم کرنے والے اتنے احمق نہیں ہوا کرتے۔"

"کیا مطلب......!" فوزیہ اُسے گھورنے لگی۔

"آپ لوگوں میں سے ایک فرد کی سمجھ میں میرا مطلب بہ آسانی آ گیا ہوگا۔" فریدی

پورے مجمع پر نظر ڈالتا ہوا بولا۔

"کیا.....؟" ظہیر کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

"ہاں.....!" فریدی اس کے چہرے پر نظر جما کر بولا۔ "میں ایک حیرت انگیز بات بتانے آیا ہوں۔"

"بھئی بتاؤ نا..... مجھے الجھن ہو رہی ہے۔" ظہیر بے چینی سے بولا۔

"اختر کی موت خنجروں کی وجہ سے نہیں ہوئی تھی۔"

"پھر.....!" متعدد آوازیں کمرے میں گونج کر رہ گئیں۔ دونوں ہم شکلوں نے قہقہہ لگایا۔

"انسپکٹر فریدی زندہ باد" دونوں چیخنے لگے۔ "میں زندہ باد..... تم زندہ باد..... سب زندہ باد۔"

"شور نہیں۔" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا "تم دونوں بھی ادھیڑے جاؤ گے میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم میں سے صغیر کون ہے۔"

"ہائیں پھر وہی دونوں۔" دونوں اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ "زندہ باد..... واپس..... بالکل واپس۔"

"بیٹھ جاؤ..... زیادہ بچپنا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔" فریدی حد درجہ سنجیدہ نظر آنے لگا تھا۔

"ہاں تو ظہیر صاحب۔" اُس نے ظہیر کی طرف مڑ کر کہا۔ "تم صفدر کے لئے اتنے بے چین کیوں ہو۔"

"تمہارا لہجہ بڑا عجیب ہے۔"

"اس کی بھی وجہ ہے۔"

"یعنی.....!"

"میرے خیال سے یونیورسٹی سے چرایا ہوا پوٹاشیم سائینائیڈ اسی گھر میں استعمال کیا گیا ہے۔"

"سائینائیڈ.....!" فوزیہ فریدی کو گھورنے لگی۔ ہر ایک کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"حیرت کی بات نہیں۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "تم تو سائنس کی طالبہ ہو..... پوٹاشیم سائینائیڈ کی زود اثری سے واقف ہی ہوگی۔ بیچارا اختر اسی کا شکار ہوا۔"

"لیکن خنجر.....!"

"خنجر..... خنجر ان دونوں کو پھنسانے کے لئے اس کی موت کے بعد استعمال کئے گئے۔"

"ہائے پھر وہی دونوں۔" ہم شکلوں نے اپنی پیشانیوں پر ہاتھ مارے۔

"شٹ اپ.....!" حمید نے انہیں گھونسہ دکھایا۔

مجرم

ڈرائنگ روم میں مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ گونجنے لگی۔ فریدی خاموشی سے اُن کے چہروں کا جائزہ لے رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر بولا۔

"مجرم نے بڑا شاندار پلان بنایا تھا۔ بیچاری نعیمہ کو دودھ میں افیون دی گئی۔ شمس صاحب کو دھوکہ دے کر باہر رکھا گیا۔"

"میں نہیں سمجھا.....!" ظہیر نے کہا۔

"شاید شمس صاحب مجھے وضاحت کی اجازت نہ دیں۔" فریدی نے مسکرا کر شمس کی طرف دیکھا۔ جو اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔ فریدی نے اس کے چہرے سے نظریں ہٹالیں اور آہستہ سے بولا۔

"لیکن مجرم نے یہ طریقہ اس لئے نہیں اختیار کیا تھا کہ وہ اختر کو آسانی سے ختم کر سکے۔ ظاہر ہے کہ پوٹاشیم سائینائیڈ اتنا زود اثر ہوتا ہے کہ اس کے شکار کو ایک بار کراہنے تک کی مہلت نہیں ملتی۔"

"پھر.....!" نعیمہ کی پرسکون آواز سنائی دی۔

"مجرم نے یہ طریقہ اس لئے استعمال کیا کہ وہ اُن دونوں خنجروں کی موت کی وجہ ظاہر کر سکے۔ خنجر لگنے پر آدمی چیختا اور تڑپتا بھی ہے۔ ظاہر ہے کہ اُس چیخ پکار کی وجہ سے کم از کم لائبریری کے قریب کے کمروں میں سونے والے تو بیدار ہو ہی سکتے ہیں لہٰذا مجرم نے تمہیں افیون دی تا کہ تم صبح پولیس کو یہ بتا سکو کہ تم گہری نیند سوئی تھیں، جو کم از کم تمہارے لئے ناممکن تھا۔ گھر بھر جانتا ہے کہ تمہاری نیند ذرا سی آواز پر بھی ختم ہو سکتی ہی۔ اس طرح وہ پولیس کو اس بات کا یقین دلانا چاہتا تھا کہ اس نے وہ حالات پیدا کر دیئے تھے کہ قریب کے کمروں والے بھی قتل سے بے خبر رہے۔"

"لیکن ......افسوس......!" فریدی تھوڑی دیر رک کر مغموم آواز میں بولا۔

"مجرم کو اس بات سے واقفیت نہیں تھی کہ لاش میں خنجر چبھانے سے خون نہیں نکلتا۔"

"اوہ......خون تو واقعی نہیں تھا۔" کئی آوازیں آئیں۔

"اب میں اس قتل کی وجہ جاننا چاہتا ہوں۔" فریدی نعیمہ کی طرف مڑا۔

"میں کیا بتا سکتی ہوں۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"وہ تم نے ہی اس سے لکھوایا تھا۔"

"جی ہاں......لیکن آپ نے وعدہ......کیا تھا۔"

"میں ابھی تک اس وعدے پر قائم ہوں۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم اُس رات کو ظہیر کے چلے آنے کے بعد لائبریری میں گئی تھیں۔"

"جی ہاں۔"

"وہ خط لکھ چکا تھا۔"

"جی ہاں۔"

"اور تم نے اُسے اس وقت پوسٹ کر دینے پر مجبور کیا تھا۔"

نعیمہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کا چہرہ دفعتاً زرد ہو گیا تھا اور آنکھیں اس طرح غیر متحرک ہو گئی تھیں جیسے پتھرا گئی ہوں۔

"کیا وہ ٹکٹ چپکاتے ہی چپکاتے ختم نہیں ہو گیا تھا۔" فریدی کی گرجدار آواز سناٹے میں گونجی اور نعیمہ کرسی سے لڑھک کر زمین پر آ رہی، بقیہ لوگ اٹھ کر اس کی طرف دوڑے وہ بیہوش تھی۔

"کیا ہے یار......آخر کیا معاملہ ہے۔" ظہیر جھنجھلا کر بولا۔

"معاملہ بالکل صاف ہے۔" فریدی نے نرم لہجے میں کہا اور پھر ظہیر کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "میرے دوست مجھے افسوس ہے کہ یہ ناگوار فرض مجھے ہی انجام دینا پڑا۔"

"تو کیا نعیمہ......!" ظہیر بے ساختہ چیخ پڑا۔

"مجھے افسوس ہے۔"

"تم جھوٹے ہو۔" ظہیر کی دادی نے فریدی کے کوٹ کا کالر پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا۔

"خود نعیمہ نے ابھی ابھی اس کا اعتراف کیا ہے۔"

"کیا کہا ہے......اُس نے......اُس نے کچھ نہیں کہا۔" ظہیر بدحواسی سے بولا۔ پھر اُس نے بدقت تمام دادی جان کے ہاتھوں سے فریدی کا کالر چھڑایا۔

"ٹھیک ہے......اس نے کچھ نہیں کہا۔ لیکن کیا آپ لوگوں میں سے کوئی یہ بتا سکتا ہے کہ اختر کو زہر کس طرح دیا گیا۔"

سب لوگ نعیمہ کو اسی حال میں چھوڑ کر فریدی کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"بتائیے نا......!" فریدی نے پھر پوچھا۔

کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔

"آپ نہیں بتا سکیں گے۔" فریدی آہستہ سے بولا۔ "لیکن نعیمہ میرا اشارہ سمجھ گئی تھی۔ اُس نے سمجھ لیا تھا کہ مجھ پر پوری پوری حقیقت واضح ہو گئی ہے۔"

"یعنی......!"

"زہر لفافے پر چپکائے جانے والے ٹکٹ کی پشت پر لگایا گیا تھا۔"

ظہیر تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا۔ "لیکن کیوں......نعیمہ نے اُسے کیوں مارا......؟"

"یہ نعیمہ ہی بتائے گی، لیکن اتنا میں بتا سکتا ہوں کہ وہ صغیر کے ساتھ شادی کرنا نہیں چاہتی تھی۔"

ظہیر کی دادی پھر ابل پڑیں۔

نعیمہ ابھی تک بیہوش تھی۔

فریدی نے مختصراً ساری داستان دہرا دی اور اس نے اس لفافے کا تذکرہ بھی کیا جس کے ذریعہ اُسے اختر اور نعیمہ کے تعلقات کا علم ہوا تھا۔

"اگر یہ بات تھی تو اس نے اسی کو کیوں مار ڈالا۔"

"یہ تو وہی بتائے گی۔"

"غلط ہے......قطعی غلط۔"

فریدی ان ہم شکلوں کی طرف مڑا۔

"صغیر......تم بتاؤ......وہ اُفوں۔"

''میرے صندوق میں کسی نے رکھ دی تھی۔''

''سناتم نے......ان دونوں کو مشتبہ بنانے کے لئے یہ نعیمہ کا دوسرا حربہ تھا۔''

''پھر وہی دونوں۔''

''بکومت......!'' فریدی انہیں گھور کر بولا۔ پھر ظہیر سے کہنے لگا۔ ''اُس افیون پر نعیمہ کی انگلیوں کے نشانات صاف موجود ہیں۔''

حمید کوتوالی فون کر چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد انسپکٹر جگدیش زنانہ فورس کے ساتھ ظہیر کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ نعیمہ گرفتار کر لی گئی۔ انہوں نے لاکھ لاکھ کوشش کی وہ اُسی وقت اقرار جرم کر لے لیکن اُس نے چپ سادھ لی تھی۔ ظہیر اور شمس وہاں سے ہٹ گئے تھے۔ گھر والوں میں سے صرف وہی دونوں ہمشکل موجود تھے۔ جب نعیمہ کو پولیس کی لاری پر چڑھایا جانے لگا تو وہ دونوں اپنے ہاتھ ہلا کر بولے ''ٹاٹا'' اور پھر اندر چلے گئے۔

حمید اور فریدی دونوں ظہیر کے خاندان کے لئے مغموم تھے۔ انہیں کئی گھنٹے تک کوتوالی میں ٹھہرنا پڑا۔ شام کو واپسی پر انہوں نے ان دونوں ہم شکلوں کو اپنا منتظر پایا۔

''بہت بُرا ہوا'' دونوں نے ہانک لگائی۔

''صغیر......!'' فریدی نے اُن میں سے ایک کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ''شرارت ختم کرو...... ورنہ میں تمہارے لئے بھی کوئی نہ کوئی سبیل نکال لوں گا۔''

اس نے دوسرے کو آنکھ ماری اور فریدی سے بولا۔ ''کس طرح اندازہ لگایا آپ نے۔''

دوسرا قطعی خاموش تھا۔ حمید بوکھلا کر فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

''میرا خیال ہے کہ یہ صرف آوازوں کا نقال ہے۔'' فریدی نے دوسرے کی طرف اشارہ کیا۔ ''ویسے نہ یہ ہماری زبان سمجھتا ہے اور نہ بول سکتا ہے۔ جب تم بولتے ہو تو یہ من عن تمہاری آوازوں کی نقل کرتا چلا جاتا ہے۔''

''خدا کی قسم آپ بالکل ٹھیک سمجھے۔'' صغیر حیرت سے بولا۔ ''دوسرا اب بھی خاموش اور ان دونوں سے بے تعلق نظر آرہا تھا۔''

''لیکن میں نے اس دن تم دونوں سے الگ الگ بات کی تھی۔'' حمید نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔'' صغیر مسکرا کر بولا۔ ''وہ اردو میں صرف دو جملے بول سکتا ہے، جو میں نے اُسے بڑی دشواری سے رٹائے ہیں۔ ''آدھا صغیر...... شاہد...... صغیر شاہد ایک بٹا دو'' جب آپ دوسری بار اس کے پاس جانے لگے تھے تو میں نے چیخ ماری تھی، جس کا مطلب یہ تھا کہ اب بیہوش ہو جانے کا وقت آ گیا ہے۔ لہٰذا ہم دونوں بیہوش ہو گئے۔ بیہوش ہو جانے کا ڈھونگ بھی اسی لئے رچایا تھا کہ وہ مجھ سے الگ ہو کر اردو نہ بول سکے گا۔''

''لیکن تم نے یہ سب کیا ہی کیوں تھا۔'' فریدی نے پوچھا۔

''محض مذاق...... شرارت۔ میرا ارادہ تھا کہ دو ایک دن گھر والوں کو تنگ کرنے کے بعد حقیقت ظاہر کر دوں گا...... لیکن......!''

''لیکن کیا......؟''

''اسی دوران میں اختر قتل کر دیا گیا اور میرے خنجر استعمال کئے گئے۔ اس لئے میں نے کہا چلو یہی دیکھو اب قانون تمہارے لئے کیا کر سکتا ہے۔''

''کیا تم خائف نہیں تھے۔''

''تھوڑا بہت خوف ضرور تھا۔ لیکن میں نے کہا چلنے دو...... پھر نعیمہ سے متعلق بہتیری باتیں مجھے معلوم ہوئیں۔ وہ اول درجے کی آوارہ لڑکی ہے۔ میں نے اُسے اختر کے ساتھ......!''

''مجھے معلوم ہے۔'' فریدی نے کہا۔ ''لیکن تمہیں یہ ہم شکل کہاں سے ملا تھا۔''

''میڈغاسکر سے...... یہ ایک اطالوی ہے۔ اب سے تین سال قبل میں نے اسے بھکاریوں کے ایک گروہ میں دیکھا تھا۔ اس وقت اس کے چہرے پر گھنی ڈاڑھی تھی...... لیکن میرا ہم شکل...... مجھے اس سے بہت محبت ہے۔ یہ عموماً ڈاڑھی رکھتا ہے...... ورنہ میرے جاننے والوں کو بڑی دشواری ہو جائے۔ اس کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ یہ آوازوں کا بہترین نقال ہے۔''

''بہترین نہیں بلکہ حیرت انگیز کہنا چاہئے۔'' فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''تو اب تم نے یہ ڈرامہ بالکل ختم کر دیا۔''

''قطعی۔''

''اس تفریح میں تمہارے کتنے روپے صرف ہوئے ہوں گے۔'' فریدی نے پوچھا۔

"تقریباً ساڑھے سات ہزار۔" صغیر نے ہنس کر کہا۔ "میں اس قسم کی تفریحات پر بے دریغ روپیہ صرف کرتا ہوں۔ میرے جاننے والے مجھے پاگل سمجھتے ہیں۔ لیکن میں کیا کروں، میری تفریح کا معیار ہی یہی ہے۔ معیار نہیں بلکہ نوعیت کہئے۔ خود بیوقوف بننا اور دوسروں کو بیوقوف بنانا۔ پھر بھلا ہلکی پھلکی شرارت میں کیا رکھا ہے۔ بہرحال اس شرارت سے مجھے اتنا فائدہ ضرور تھا کہ آپ جیسی عظیم شخصیت سے ذاتی طور پر واقفیت ہوگئی۔ میرا دعویٰ تھا کہ مجھے کوئی نہ پکڑ سکے گا...... مگر...... اچھا یہ بتایئے۔ آپ نے کیسے اندازہ لگایا کہ میں ہی صغیر ہوں...... ایک بار اور آپ نے اتنی ہی خوداعتمادی کے ساتھ میرا ہاتھ پکڑا تھا۔"

"کوئی خاص بات نہیں...... یہ بولتا تو ہے تمہاری ہی جیسی آواز میں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ آواز کسی مشین سے نکل رہی ہو...... اس کے چہرے کا اتار چڑھاؤ، الفاظ کا ساتھ نہیں دیتا۔ اس لئے میں اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ اردو جانتا ہی نہیں۔"

"حقیقتاً آپ اس دور کے زیرک ترین آدمی ہیں۔"

"اچھا...... آپ بھی مجھے بیوقوف بنانے لگے۔" فریدی ہنس کر بولا۔

"نہیں خدا کی قسم نہیں۔" صغیر نے سنجیدگی سے کہا پھر حمید سے بولا۔ "اور آپ کے متعلق میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ میں اور آپ مل کر ساری دنیا کو انگلیوں پر نچا سکتے ہیں۔"

"نہیں اس کے لئے میں اکیلا ہی کافی ہوں۔" حمید نے خشک لہجے میں کہا۔

اس جواب پر صغیر کچھ جھینپ سا گیا۔

"نعیمہ نے اقرار جرم کیا یا نہیں۔" اس نے فریدی سے کہا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ اُس نے اختر کو کیوں مار ڈالا۔"

"کیا تمہیں اُن دونوں کے تعلقات کے بارے میں پہلے سے معلوم تھا۔"

"معلوم چہ معنی دارد...... میں نے حادثے سے قبل والی رات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اختر اسی لئے کافی رات گئے تک لائبریری میں بیٹھا کرتا تھا کہ دونوں کو عیاشی کے موقعے نصیب ہوسکیں۔"

"نعیمہ کو میں ایسی لڑکی نہیں سمجھتا تھا۔" فریدی آہستہ سے بولا۔ "ایک اختر ہی پر منحصر نہیں

اُس کے تعلقات صفدر سے بھی تھے۔"

"اوہ......!"

"اختر سے اس کا جھگڑا ہوگیا تھا۔" فریدی نے کہا۔ "وہ شادی تو کرنا ہی نہیں چاہتی تھی اس نے شادی سے بچنے کے لئے اختر کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا تھا کہ وہ اُسے لے کر کہیں چلا جائے۔ اختر اس پر تیار نہیں ہوا۔ اس پر دونوں میں جھگڑا ہوگیا۔ نعیمہ فطرتاً ضدی اور زود رنج قسم کی لڑکی ہے۔ اُس نے اختر کا خاتمہ کر دینے کا تہیہ کرلیا۔ صفدر سے پہلے ہی اُس کی راہ و رسم تھی اور شاید کبھی شادی کے سلسلے میں بھی عہد و پیماں ہوئے تھے۔ لہٰذا اس نے تمہیں ختم کر دینے کے لئے اس سے پوٹاشیم سائینائیڈ طلب کیا۔ صفدر کا یہی بیان ہے کہ اس نے تمہارے ہی لئے اسکیم بنائی تھی اور اس نے اسے کچھ اس طرح بہلایا کہ اُسے پوٹاشیم سائینائیڈ دینا ہی پڑا۔ صفدر اُسے بُری طرح چاہتا تھا۔ نعیمہ نے اس سے کہا تھا کہ وہ دونوں ہم شکلوں میں سے صغیر کو پہچان گئی ہے۔ صغیر کی موت کا الزام آسانی سے دوسرے کے سر تھوپا جاسکے گا۔"

"بہت خوب......!" صغیر مسکرا کر بولا۔

"اگر وہ ایسا کر گذرتی تو واقعی بڑی دشواریاں پیدا ہوجاتیں کیونکہ تم دونوں انتہائی پراسرار بنے ہوئے تھے۔ کم از کم میں تو لاکھ برس پتہ نہ لگا سکتا کہ تمہیں کس نے اور کیوں مارا۔ ہاں تو وہ اپنی محبت کا واسطہ دے کر زہر حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ اس نے صفدر سے یہ بھی کہا تھا کہ اگر صغیر مرگیا تو خاندان والے اس کیلئے اسی کو منتخب کریں گے کیونکہ انہوں نے پہلے ہی یہ سوچ رکھا تھا کہ صغیر نہ آیا یا اس نے شادی سے انکار کردیا تو پھر اس کی شادی صفدر سے کردی جائے گی۔"

"کمال کردیا۔" صغیر بڑبڑایا۔

"بہرحال زہر حاصل ہوجانے کے بعد اس نے پھر اختر کی خوشامد کرنی شروع کردیں کہ وہ اُسے بھگا لے جائے لیکن اختر کسی طرح تیار نہ ہوا۔ قصہ مختصر یہ کہ اس نے اسے اس بات پر تیار کرلیا کہ وہ اپنے کسی دوست کو خط لکھ دے کہ وہ فلاں دن اپنی محبوبہ کو لے کر اس کے یہاں پہنچ رہا ہے۔ پھر وہ اکیلی ہی وہاں چلی جائے گی اور اس سے یہ کہہ دے گی کہ اختر کہیں راستے میں رک گیا ہے، بعد کو آجائے گا اس نے اُسے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ کسی ایسے آدمی سے

واقف نہیں جس کے یہاں وہ کسی دوسرے شہر میں جا کر قیام کر سکے۔ اس طرح وہ اس کے لئے ایک تعارفی خط ہو جائے گا۔ پھر کچھ دنوں بعد وہ خود ہی کہیں اپنا انتظام کر لے گی۔ شاید اختر نے اپنی جان چھڑانے کے لئے اس قسم کا خط لکھنا منظور کر لیا۔ شام ہی سے نعیمہ نے اس کی اسٹیشنری میں زہر لگے ہوئے ٹکٹ رکھ دیئے تھے اور اسی دوران میں وہ تمہارے خنجر بھی چرا چکی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ شمس والے خطوط کا لطیفہ بھی سنو...... دو خطوط اُسے اختر ہی نے بھیجے تھے۔ وہ دراصل اُسے بیوقوف بنا کر لطف اندوز ہونا چاہتا تھا۔ نعیمہ کو اس کا بھی علم تھا۔ تیسرا خط خود اُس نے لکھ دیا اور اس کے ساتھ اپنے البم کی ایک تصویر بھی کر دی۔ تصویر دیکھ کر شمس صاحب کے الو سیدھے ہو گئے اور انہیں سچ مچ منٹو پارک کی سوجھ گئی۔ بہر حال وہ بیچارا مفت میں مارا گیا اور پھر جب اس کے ہاتھ کے نیچے سے وہ خط برآمد ہوا تو وقتی طور پر مجھے یقین ہو گیا کہ تم نے ہی اُسے قتل کیا ہے۔''

''بڑا الجھا ہوا کیس تھا۔'' صغیر بولا۔

''صرف دو غلطیوں کی بناء پر وہ پکڑی گئی۔ ایک تو وہ افیون جس میں اس کی انگلیوں کے نشانات تھے...... دوسری غلطی تھی صفدر کی جلد بازی۔ اس نے زہر کی گمشدگی کی رپورٹ دینے میں بڑی جلدی کی۔''

''خیر صاحب...... یہ تجربہ بھی زندگی بھر یاد رہے گا۔'' صغیر انگڑائی لے کر بولا۔

''مقدمے کے دوران میں تم دونوں کو یہیں ٹھہرنا پڑے گا۔''

''ہاں...... پھر وہی دونوں۔'' صغیر کے ساتھ اس کا ہم شکل بھی بول پڑا۔ شاید اس نے اسے اشارہ کیا تھا۔

فریدی اور حمید ہنس پڑے۔

''اطالوی کے علاوہ کوئی اور زبان بھی جانتا ہے۔'' فریدی نے پوچھا۔

''نہیں......!'' دونوں نے ایک ساتھ کہا۔ ''اچھا اب اجازت چاہوں گا۔''

دونوں نے ایک ساتھ اپنے ہاتھ مصافحہ کے لئے بڑھا دیئے۔

ختم شد

ابنِ صفی کا امتیازی نشان

JASOOSI DUNYA

TRADE MARK

ابنِ صفی

اسرار پبلیکیشنز- لاہور

Price Rs. 99.00

www.ibnesafi.com